ثمرات المکیۃ

تالیف

شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین فاروقیؒ (قندھاری)

۱۱۶۴ھ ـــ ۱۲۴۱ھ

مترجم

ڈاکٹر محمد عارف الدین شاہ فاروقی قادری ملتانی

ایم اے، پی ایچ ڈی، فارسی و عربی (عثمانیہ)

باہتمام

شاہ محمد قیام الدین محسن فاروقی القادری

ابن حضرت تاج القراءؒ

صدر مولانا رفیع الدین ایجوکیشنل سوسائٹی

ناشر

مولانا رفیع الدین ایجوکیشنل سوسائٹی (رجسٹرڈ)

ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ ـــ مئی ۲۰۰۵ء

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب : ثمرات المکیۃ

مؤلف : شیخ الشائخ حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین فاروقی (قندھاری)

مترجم : ڈاکٹر محمد عارف الدین شاہ فاروقی قادری ملتانی
ایم اے، پی ایچ ڈی، فارسی و عربی (عثمانیہ)

کمپیوٹر کتابت : **AINS Graphic Designers**
1st Floor, Flat # : 116, Jamuna Towers
Nalgonda 'X' Raods, New Malakpet - Hyd.
Ph: 9246528273 - 55712374

تزئین سرِ ورق : سلمان فاروقی

سنہ اشاعت : ۱۱ رربیع الآخر ۱۴۲۶ھ م ۲۰ رمئی ۲۰۰۵ء

تعداد اشاعت : ۱۰۰۰

300/-

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	پیش لفظ	۱ تا ۷
	کلماتِ شکر	۱
	سوانح حضرت مؤلف قدس سرہٗ	۱ تا ۲۵
۱۔	ثمرات المکیہ	۱
۲۔	مقدمہ دربیان بیعت	۲
۳۔	طریقہ بیعت	۲
۴۔	یداللہ کی تحقیق	۴
۵۔	شیخ کا مقام	۵
۶۔	انبیاء معصوم ہیں	۷
۷۔	اولیا محفوظ ہیں	۸
۸۔	مرید کو یکسو ہونا ضروری ہے	۱۰
۹۔	بیعت کے اقسام	۱۲
۱۰۔	صوفیہ کی بیعت	۱۳
۱۱۔	مرشدی کے شرائط خمسہ	۱۴
۱۲۔	شرائط مرید	۱۷
۱۳۔	عورتوں کی بیعت کا طریقہ	۱۸
	باب اول	
۱۴۔	ذکر دوضربی	۱۹
۱۵۔	ذکر ارہ	۱۹
۱۶۔	دوضربی ذکر کی تعداد	۱۹
۱۷۔	ذکر سہ ضربی	۱۹
۱۸۔	ذکر چہار ضربی	۱۹
۱۹۔	ذکر حدادی	۲۰
۲۰۔	ذکر عینی	۲۰
	باب دوم	
۲۱۔	طریقہ قادریہ کے اصول	۲۱
۲۲۔	برزخ اعلیٰ	۲۲
۲۳۔	برزخ اوسط	۲۲
۲۴۔	برزخ ادنیٰ	۲۲
۲۵۔	شغل ہمیان	۲۳
۲۶۔	تصور اسم ذات علی القلب	۲۳
۲۷۔	فنا فی اسم الذات	۲۳
۲۸۔	تصور اسم ذات علی الوجود	۲۳
۲۹۔	تصور اسم ذات علی الآفاق	۲۳

نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۳۰۔	فنائے عناصر اربعہ	۲۳
۳۱۔	شغل جزء لایتجزیٰ	۲۴
۳۲۔	شغل سہ پایہ	۲۵
۳۳۔	شغل ہفت گام	۲۶
۳۴۔	عروج	۲۷
۳۵۔	نزول	۲۷
۳۶۔	مراقبات ستہ	۲۸
۳۷۔	ذکر سلطان	۲۹
۳۸۔	صوت سرمدی	۲۹
۳۹۔	صور متخیلہ	۳۰
۴۰۔	شغل قواریر	۳۰
۴۱۔	تصور بصیر۔	۳۰
۴۲۔	طریقہ توجہ	۳۱
۴۳۔	شغل نصیراً ومحموداً	۳۱
۴۴۔	شغل آفتاب	۳۱
۴۵۔	انفیہ ثلاثہ	۳۲
۴۶۔	فنائے افعال	۳۲
۴۷۔	فنائے صفات	۳۲

نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۴۸۔	قرب نوافل	۳۳
۴۹۔	قرب فرائض	۳۳
۵۰۔	فنائے ذات	۳۴
۵۱۔	فنائے آفاقی	۳۴
۵۲۔	فناء وبقا کا مفہوم	۳۴
۵۴۔	سیر فی اللہ	۳۵
۵۵۔	تجدد امثال	۳۵
۵۶۔	شغل تجدد امثال	۳۹
۵۷۔	ولایت عام	۳۹
۵۸۔	ولایت صغریٰ	۳۹
۵۹۔	وحدت الوجود	۳۹
۶۰۔	ولایت اخص	۴۵
۶۱۔	ولایت اخص الخواص	۴۶
۶۲۔	لطیفہ قلبی	۴۷
۶۳۔	لطیفہ روحی	۴۸
۶۴۔	لطیفہ نفسی	۴۸
۶۵۔	لطیفہ سری	۴۸
۶۶۔	لطیفہ خفی	۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۷۔	لطیفۂ اخفیٰ	۴۹
	باب سوم	
۶۸۔	شجرہ ہائے طریقۂ عالیہ قادریہ	۵۳
۶۹۔	شجرہ ہائے طریقۂ عالیہ چشتیہ	۵۴
۷۰۔	شجرہ ہائے طریقۂ عالیہ رفاعیہ	۵۵
۷۱۔	شجرہ ہائے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ (اشرف کی)	۵۷
۷۲۔	شجرۂ عالیہ نقشبندیہ (شیخ احمد القشاشی)	۵۸
۷۳۔	شجرہ طریقۂ عالیہ مشائخ الشطاریہ	۵۹
۷۴۔	شجرہ طریقۂ عالیہ مشائخ السہروردیہ	۶۱
۷۵۔	شجرہ سلسلۂ عالیہ مشائخ الشطاریہ	۶۲
۷۶۔	شجرہ سلسلۂ عالیہ فردوسیہ الکبرویہ	۶۳
۷۷۔	شجرہ سلسلۂ عالیہ مشائخ الہمدانیہ	۶۴
۷۸۔	شجرہ سلسلۂ عالیہ مشائخ الخلوتیہ	۶۶
۷۹۔	شجرہ سلسلۂ عالیہ السادات الطیفوریہ	۶۷
۸۰۔	شجرہ سلسلۂ عالیہ المشائخ الاویسیہ	۶۸
۸۱۔	قطعہ شاہ محمد شجاع الدین ناطق فاروقی	۶۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۲۔	منقبت شاہ محمد شجاع الدین ناطق فاروقی	۶۹
۸۳۔	منقبت شاہ محمد شجاع الدین ناطق فاروقی	۶۹
۸۴۔	قطعہ شاہ محمد قیام الدین محسن فاروقی	۷۰
۸۵۔	منقبت شاہ محمد قیام الدین محسن فاروقی	۷۰
۸۶۔	منقبت شاہ محمد قیام الدین محسن فاروقی	۷۰
	خاتمہ	
۸۷۔	بعض فوائد جو ثمرہ اور خلاصہ سلوک ہیں	۷۱
۸۸۔	سلوک قادریہ	۷۳
۸۹۔	اصول	۷۳
۹۰۔	مراقبات	۷۵
۹۱۔	ذکر سلطان	۷۵
۹۲۔	فنائے ثلاثہ	۷۶
۹۳۔	تجدد امثال	۷۶
۹۴۔	وحدت وجود	۷۶
۹۵۔	الکل فی الکل	۷۶
۹۶۔	ولایات	۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جدّی و مرشدی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین فاروقی قندھاریؒ نے تالیف ہذا کے آغاز میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ حطیم شریف میں تشریف فرما تھے، بیداری اور نیند کی درمیانی حالت تھی کہ کعبہ شریف کی دیوار سے ایک کتاب اور قلمدان عنایت ہوا اور ایک بزرگ نے آواز دی کی یہ کتاب اور قلمدان حضرت سرور کائنات، خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عنایت ہوا ہے مبارک ہو۔ یہ واقعہ اس کتاب کی تالیف کا باعث ہوا اور آپ نے مکہ مکرمہ میں محرم ۱۱۹۸ھ میں یہ کتاب بزبان فارسی تحریر فرمائی۔ نیز جب آپ حج کے ارادہ سے نکلے تھے اور سورت میں مولانا خیر الدین سورتیؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا تو حضرت خیر الدین سورتیؒ نے آپ سے خواہش کی کہ آپ میرے مریدین سے مسائل سلوک دریافت فرمائیں اور اگر ان سے کچھ فروگذاشت ہوگئی ہو تو اصلاح فرمادیں۔ چنانچہ حضرت نے محسوس فرمایا کہ ان حضرات سے مسائل میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے۔ اسی وقت آپ کو خیال ہوگیا تھا کہ مسائل سلوک قلمبند کرنا چاہئے۔ اس طرح یہ خیال اس کتاب کی تالیف کا محرک اول قرار پایا۔ چنانچہ حضرت نے یہ کتاب مسائل سلوک پر تحریر فرمائی۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ تاریخ تحریر سے آج تک نہ صرف نظری بلکہ عملی استفادہ کیا جارہا ہے۔ اور وابستگان سلسلہ جن کی تعداد ہزاروں میں ہے اس کتاب کی روشنی میں سلوک طے کر رہے اور اعمال و اشغال میں رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

سطور بالا میں ذکر ہو چکا ہے کہ ثمرات المکیۃ فارسی زبان میں تحریر کی گئی تھی۔ ماضی قریب میں فارسی زبان کا چلن تھا اور علمی زبان بھی یہی تھی لیکن انقلابات دہر سے وہ متروک ہوگئی اس لئے حضرت تاج القراء نے اسکا اُردو ترجمہ تا بحد سلوک کروایا تھا جو حضرت کی بیاض میں برادر معظم شاہ محمد شجاع الدین

صاحب مدظلہ کے قلم سے موجود ہے اور اُس پر حضرت تاج القراء کی دستخط اور مہر ثبت ہے۔ اسی ترجمہ سے خانقاہ حضرت تاج القراء" میں آج تک کام لیا جاتا رہا آج بھی مریدین و خلفاء اس سے عملی استفادہ کر رہے ہیں، اور ایک مکمل ترجمہ کی ضرورت برابر محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ زیر نظر ترجمہ، مکمل ثمرات کا ترجمہ ہے۔ جس میں مسائل سلوک اور طلسمات وغیرہ بھی شامل ہیں۔ یہ ترجمہ فاروقی خاندان ہی کے ایک فرد ڈاکٹر محمد عارف الدین شاہ فاروقی نے دستیاب قلمی نسخوں سے متن کی نہایت عرق ریزی سے تصحیح کے بعد کیا ہے نیز حضرت مؤلف" کی سوانح بھی نہایت تحقیق سے مرتب کی ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ترجمہ کیلئے صرف زبان دانی ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ مترجم کیلئے کتاب کے موضوع اور فن سے کما حقہ آگاہی ضروری ہے۔ ان کی شخصیت ان دونوں امور کی جامع ہے۔ ترجمہ متن کے حدود میں رہتے ہوئے سلیس اور رواں کیا گیا ہے۔ جس سے عام استعداد کا قاری بھی فائدہ اٹھا سکے گا۔ اس کارِ خیر کیلئے میں اُن کا شکر گزار ہوں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔

حضرت قبلہ اپنے خلفاء کو دستار خلافت کے ساتھ یہ کتاب بھی عنایت فرماتے اور ایک دو جملے اُس پر تحریر فرما کر مہر ثبت فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ خلفاء کی ضرورت اور استفادہ میں وثوق کے خیال سے بعد میں متعلقہ دلائل و شواہد کا اضافہ بھی فرمایا۔ اس طرح ثمرات کلاں وجود میں آئی۔ وہ ثمرات جوان شواہد سے خالی ہے ثمرات خورد کہلائی۔ (مذکورہ دونوں ثمرات کے قلمی نسخے حضرت تاج القراء کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں) حضرت مؤلف" نے مولانا اویس" کو جو ثمرات عنایت فرمائی اس پر تحریر فرمایا کہ "بہ پاسِ خاطر میاں محمد اویس دادہ شد" اسی طرح اس کا نسخہ جب حضرت مولانا میر شجاع الدین حسین صاحب" کو عنایت فرمایا تو اس پر تحریر فرمایا "للسید الصالح حافظ میر شجاع الدین حسین' 'حضرت میر شجاع الدین حسین" نے اس کے نیچے تحریر فرمایا کہ هذه من تالیفات قدوتی و مرشدی حضرۃ مولانا شاہ محمد رفیع الدین القندھاری من ادخلنی ببرکۃ انفاسه الشریفة فی زمرۃ الصالحین " یہ نسخہ حضرت تاج القراء کے نانا حضرت شجاع الدین حسین" ابن حضرت میر محمد دایم" نبیرہ حضرت حافظ میر شجاع الدین حسین" کے کتب خانہ میں تھا۔

مؤلف علیہ الرحمہ نے علم ظاہر وعلم باطن کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف فرمادی تھی۔ چنانچہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ نے ایک مدرسہ قائم فرمایا اور حدیث کی تعلیم دی۔ یہاں کے فارغین نے تمام عالم اسلام میں اس سلسلہ کو پھیلایا۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی" (۱۲۶۵ـ۱۳۵۰) رئیس محکمہ حقوق بیروت نے اپنی تالیف شمائل الرسول مطبوعہ ۱۳۱۰ھ میں صحاح ستہ کی دیگر سندوں کے ساتھ، دو واسطوں سے آپ کی سند بھی درج کی ہے، جو اس طرح ہے۔

قال جامعه الفقير يوسف بن اسماعيل بن يوسف بن اسماعيل بن محمد ناصر الدين النبهاني عفا الله عنه لما كان هذا الكتاب الشريف الفائق المشتمل على الكثير الطيب من شمائل خير الخلائق متفرعا عن كتاب الشمائل للامام ابي عيسى الترمذي واصول كتب الحديث المعتمدة التي اجلها واشهرها الكتب الستة وهي دواوين الاسلام صحيحا البخاري ومسلم وسنن ابي داود وجامع الترمذي وسنن النسأي وابن ماجه رأيت من الصواب ان اذكر اسانيدي فيها الى مؤلفيها* فاقول: اني اروي هذه الكتب وغيرها بالاجازة عن علامة عصره الامام الكبير سيدي الشيخ ابراهيم السقا المصري الشافعي شيخ مشايخ الجامع الازهر وقد ذكرت اجازته لي في ذيل كتابي «الشرف المؤبد لآل محمد» في ضمن ترجمة لي اقتصرت فيها على بيان بعض ما تمس الحاجة اليه من التعريف بي وهو رحمه الله يرويها عن عدة اشياخ اجلاء منهم الاستاذ العلامة ولي الله الشيخ ثعيلب عن شيخيه الامامين الشهاب احمد الملوي والشهاب احمد الجوهري عن شيخهما مسند عصره وفرد زمانه الشيخ عبد الله بن سالم صاحب الثبت الشهير* ومنهم الاستاذ محمد بن محمود الجزائري عن شيخه علي بن عبد القادر بن الأمين عن شيخه احمد الجوهري عن شيخه عبد الله بن سالم* ومنهم العلامة المحقق الشيخ محمد صالح البخاري عن شيخه رفيع الدين القندهاري عن الشريف الادريسي عن عبد الله بن سالم رحمهم الله تعالى*

حضرت شاہ محمد علیم الدین انور، راقم کے برادر بزرگ نے حضرت کی منقبت میں ایک نظم تحر

فرمائی تھی جس کا ایک مصرعہ ہے۔ ''سند سے آپ ہی کی شام میں راوی ہیں نبہانی''۔ ہندوستان میں حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محلی بھی اس سند کے حامل تھے۔ اس طرح عرب اور عجم میں کئی اکابر اس سند کے حامل تھے اسی لئے آپ کو شیخ العرب والعجم تحریر کیا جاتا ہے۔

حیدرآباد میں علوم ظاہری و باطنی اور اُردو ادب کی اشاعت میں بزرگان قندھار کی مساعی کا بڑا حصہ ہے چنانچہ علم طریقت میں حضرت کا سلسلہ بیعت خانقاہ حضرت تاج القراء سے آج بھی جاری ہے۔ سینکڑوں مریدین وخلفاء۔ سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، رفاعیہ، سہروردیہ ونقشبندیہ میں فیضیاب ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کے خلیفہ مولانا میر شجاع الدین حسینیؒ کی توجہ سے کثیر تعداد میں لوگ سلسلۂ قادریہ میں منسلک ہوئے اور آج بھی قاضی پورہ، قادری چمن، صدیق گلشن اور مرقد عشاق کی خانقاہوں سے یہ فیض جاری ہے۔ تاج القراءؒ نے حضرت کی سوانح میں ایک کتاب ''تذکرہ غوث الدکن'' تحریر فرمائی۔ غوث الدکن کی مناسبت یہ ہے کہ حضرت کے سلسلہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بے شمار افراد داخل ہوئے۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے نواسہ مولانا انواراللہ شاہؒ نے دکن میں جامعہ نظامیہ کا قیام وانصرام فرمایا۔ جس سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہورہے ہیں اور اسی جامعہ کو جنوبی ہند کی منفرد دینی درسگاہ کا مقام حاصل ہے۔ مولانا انواراللہؒ کو حضرت ہی کے سلسلہ میں بیعت وخلافت بھی حاصل تھی۔ چنانچہ مولانا مفتی سید محمود صاحب سابقہ خطیب مکہ مسجد کو مولانا نے اسی سلسلہ میں بیعت لے کر خلافت عطاء فرمائی تھی۔

فن تجوید کے فروغ میں حضرت تاج القراء علیہ الرحمہ (آپ حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے نبیرہ حضرت شاہ محمد رفیع الدین ثانی کے نبیرہ ہیں) نے اپنی زندگی وقف فرمادی تھی۔ آپ نے ایک مدرسہ مؤید القراء قائم فرمایا اور اس مدرسہ سے سینکڑوں طلباء نے تجوید میں سیدنا امام عاصم کوفی اور سبعہ وعشرہ کی سند فراغت لی اور انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ حیدرآباد میں عشرہ کے قراء کی جو تعداد ہے اتنی تعداد شاید ہی کسی اور مقام پر ہوگی۔ یہ سلسلہ حضرت کے شاگردوں سے جاری ہے۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جناب حبیب عمر الکاف دبئی میں یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، قاری عبدالغفور صاحب جامعہ نظامیہ میں نائب شیخ التجوید کی حیثیت سے کارگذار ہیں۔ شکاگو میں قاری عشرہ شاہ محمد وارث الدین اویس (نبیرہ حضرت تاج الدینؒ) اور کیلی فورنیا میں قاری عشرہ جناب آصف علی جنید، جدہ میں قاری عشرہ جناب رفیع قطب الدین مظفر، قاری عشرہ جناب شاہ محمد نصیر الدین نبیرہ گان حضرت تاج القراء کی خدمات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ حیدرآباد میں حضرت تاج القراء کی صاحبزادی فریدہ تاج اور نبیری محترمہ رفیع النساء آفرین (لکچرار شاہکار ویمنس ڈگری کالج) اور برادرم شاہ محمد عارف الدین کی زوجہ محترمہ عسکر سلطانہ اسکے علاوہ سرفراز النساء فرحا، حفصہ بی بی نبیریان اور حضرت کے نبیرہ شاہ محمد تمیز الدین مہذب، شاہ محمد معز الدین نے قرات عشرہ کی تکمیل کی ہے۔

حضرت کے ممتاز شاگرد حضرت شیخ سالم العمودی، حضرت محمد بن عیسیٰ الیافعی حضرت عبدالرحیم باسلامہ اور عبداللہ باسند کے شاگرد آج بھی اس فن کی خدمت کررہے ہیں۔

حضرت تاج القراء سے جن اکابر نے فن تجوید کی تعلیم حاصل کی ہے اُن میں وحید العصر مولانا وحید پاشاہ قادری وموسویؒ نبیرہ حضرت موسیٰ قادریؒ، مولانا سید محمد محمد الحسینی سجادہ نشین گلبرگہ شریف روضۂ بزرگ، مولانا میر ہاشم علیؒ واعظ نبیرہ حضرت جھنڈے والے شاہ صاحب، مولانا میر مظہر علی صاحب کاملؒ (سابق صدر مجلس اتحاد المسلمین) اور حضرت عبداللہ الحفص سجادہ نشین چہارم درگاہ میر شجاع الدین حسینؒ قابل ذکر ہیں۔

حضرت تاج القراء کو شاعری میں حضرت ضامن کنتوری سے تلمذ حاصل تھا اور نعت گوئی میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ ملک الشعراء حضرت اوج یعقوبیؒ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہم کو نعت گوئی کا سلیقہ حضرت تاج القراء کی نعتوں کو سن کر آیا اور خصوصاً صحیفہ روزنامہ کے ماہانہ مشاعرے میں جو نعتیں سناتے وہ آج بھی مجھ کو یاد ہیں۔ اور حضرت کے کئی نعتیہ اشعار انہوں نے سنائے۔

قادیانی مذہب اور دوسرے مذاہب کے تعلق سے مناظروں میں بھی آپ حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ مولانا الیاس برنیؒ نے اپنی کتاب ''قادیانی مذہب'' میں لکھا ہے کہ حیدرآباد میں ردِّ قادیانیت

کی ابتدائی کوششیں حضرت تاج القراء نے ہی شروع کی۔

جناب زعم صاحب جنکا مزار مسلم جنگ پل سے قریب بجانب مغرب واقع ہے، قندہار شریف کے محتسب خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے صاحبزادہ پروفیسر ڈاکٹر محی الدین قادری زور کا اردو زبان وادب کی اشاعت میں جو حصہ ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ آپ کا قائم کردہ ادارہ، ادارۂ ادبیات اُردو آج بھی اُردو زبان کی خدمت اور اشاعت کا بڑا مرکز ہے جبکہ شمالی ہند کے کئی اُردو رسالے اور اخبار صرف اس وجہ سے بند ہوگئے کہ فارسی (اردو) رسم الخط کے پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے یہاں تک کہ مذہبی کتابیں بھی دیوناگری رسم الخط میں چھپ رہی ہیں۔ حیدرآباد میں اُردو روزنامے اور رسالے بڑی تعداد میں چھپ رہے ہیں جسمیں ادارۂ ادبیات اُردو کی اُردودانی کی مہم اور دوسری مہمات کا بڑا حصہ ہے۔ اس طرح قندھار کے ایک فرد کی شخصی کوششیں ایک تحریک کی شکل اختیار کرگئیں۔ غرض بزرگان قندھار کی دینی وادبی خدمات سے ساری قوم اور خاص طور پر اہالیان حیدرآباد استفادہ کررہے ہیں۔

حضرت تاج القراء کے وصال کے بعد مولانا رفیع الدین ایجوکیشنل سوسائٹی اور شاہ ایجوکیشنل سوسائٹی کا قیام اس مقصد کے تحت عمل میں لایا گیا کہ بزرگان سلسلۂ قندھار کی تصانیف کی طباعت اور اشاعت کی جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت تاج القراء کی تالیف "تاج النوادر فی قراۃ العشر" شائع کی گئی۔ اس کتاب میں طلباء عشرہ کو ضخیم کتابوں کے مطالعہ کے بجائے جدول کے ذریعہ تفہیم کی گئی ہے۔ ایک صفحہ پر جدول اور اسکے مقابل صفحہ پر اجمال پیش کیا گیا ہے جسکی وجہ سے قاری بیک نظر اختلافات اور اجمال سے واقف ہوجاتا ہے۔

ایک افغانی قاری اپنے دورۂ حیدرآباد میں اس کتاب کو اپنے ساتھ لے گئے اور بعد ازآں انھوں نے اطلاع دی کہ اس کے زیراکس مختلف ممالک میں قائم تجوید کی درسگاہوں کو فراہم کئے گئے ہیں، جس سے طلباء مستفید ہورہے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت حضرت تاج القراء کے پہلے عرس کے موقعہ پر کی گئی تھی۔ بوقت رسم اجراء جناب قاری جمال محمد طاہر صاحب جو حضرت کے شاگرد اور مرید ہیں موجود

تھے۔اسی رات کو انھوں نے عالم رویا میں دیکھا کہ حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت تاج القراء کے مزار کے سرہانے تشریف فرما ہیں اور کتاب ملاحظہ فرمارہے ہیں۔بیدار ہونے کے بعد وہ حضرت تاج القراء کے مزار پر حاضر ہوئے اور اس مقام کی نشاندہی کی جہاں ان کو شرف دیدار میسر آیا تھا۔اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ان پر رقت طاری تھی۔

مذکورہ تمام کوششوں میں میرے برادر بزرگ شاہ محمد شجاع الدین صاحب کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ تمام افراد خاندان کا تعاون شامل رہا ہے۔خصوصا عم محترم شاہ محمد بہاؤ الدین صاحب اور ان کے صاحبزادگان، ڈاکٹر شاہ محمد مظہر الدین فاروقی، برادران شاہ محمد عارف الدین وشاہ محمد معین الدین راشد، ہمشیرہ فریدہ تاج اور فرزندان شاہ محمد موثق الدین مکرم وشاہ محمد تمیز الدین مہذب اور دختران کا میں مشکور ہوں کہ ان ہی کے تعاون سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔آمین

میں جناب محترم مولانا قاسم حسینی صاحب اور ان کے فرزند جناب سجاد پاشاہ اطال اللہ عمرہ کا بھی مشکور ہوں کہ انھوں نے ہی اس کام کی ابتداء فرمائی تھی۔اسکے علاوہ ان تمام احباب کا جنھوں نے راست یا بالواسطہ اس کام میں مدد کی ہے کا مشکور ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوششوں کو قبول فرمائے اور تمام اہل سلسلہ کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ رحمۃ للعالمین۔

المرقوم : ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ
بروز جمعہ ۲۰ رمئی ۲۰۰۵ء

شاہ محمد قیام الدین محسن فاروقی القادری
ابن حضرت تاج القراءؒ
صدر مولانا رفیع الدین ایجوکیشنل سوسائٹی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کلمات شکر

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

سلوک کی اس اہم ترین علمی تالیف کے ترجمہ کیلئے رفیق مولوی حافظ عبداللہ المرشد صاحب نے ایک قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۲۷۸ھ فراہم کیا تھا اور راقم نے اسی مخطوطہ سے راست ترجمہ کردیا تھا۔ بعد ازآں میرے بزرگ و محترم کرم فرما مولوی حافظ خواجہ صفی اللہ صاحب قدیری زید مجدہ نے نہایت دیدہ ریزی سے فارسی متن کا مبیضہ تیار کیا اور میرے ساتھ اس کی قرأت سماعت کی جس سے ترجمہ پر نظر ثانی کرنے اور عبارت کو سلیس بنانے کا موقعہ ملا۔ یہ دونوں حضرات نہ صرف میرے بلکہ تمام طالبانِ حق کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ فجزاء ھم اللہ احسن الجزاء.

یہ کتاب جواب تک زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہوئی تھی حضرت مؤلف قدس سرہ کے خانوادہ کے چشم و چراغ مولانا شاہ محمد قیام الدین محسن فاروقی اور آپ کے برادران کی ذاتی دلچسپی و سعی سے اشاعت پذیر ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے۔ انشاء اللہ العزیز ان حضرات کی سعی "الداعی الی الخیر کفاعلہ" کے مصداق ان کے حسنات میں ازدیاد کا باعث ہوگی۔

کتب خانہ جامعہ نظامیہ کے مہتمم مولانا محمد فصیح الدین نظامی (مولوی کامل) اور حافظ محمد مظہر اللہ سلمہ (مولوی کامل) نائب مہتمم نے نہایت خندہ پیشانی سے کتب خانہ میں محفوظ مخطوطات سے استفادہ کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ جس کیلئے راقم تہہ دل سے مشکور ہے۔

موادِ سوانح کی فراہمی اور تحقیق میں ہمشیرزادہ فضل الدین احمد محمود سلمہ اسسٹنٹ لائبریرین جامعہ عثمانیہ کی ہمہ وقتی اعانت میسر رہی۔ نیز فرزندم محمد عین الدین سلمان فاروقی سلمہ (ایم۔اے۔عربی) نے نہایت محنت سے کتاب کی کمپیوٹر کتابت کی ہے جو تا بحد امکان اغلاط سے پاک ہے اور اس کے ٹائٹل اور طباعت کے مرحلہ کو بھی انھوں نے ہی بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو شریک زمرۂ "لھم اجر غیر ممنون" کرے۔

ان کے علاوہ جن حضرات نے اس کام میں اعانت کی ہے وہ سب راقم کے شکریہ اور عنداللہ اجر کے مستحق ہیں۔

احقر العباد

ڈاکٹر محمد عارف الدین شاہ فاروقی

ایم۔اے، ایم فل، پی۔ایچ۔ڈی۔ عربی و فارسی (عثمانیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانح حضرت مصنف قدس سرہٗ

از

ڈاکٹر محمد عارف الدین شاہ فاروقی

آج سے سات سو سال قبل یعنی ۷۶۵ھ میں سرزمین قندھار نے شیخ المشائخ شاہ سید سعید الدین رفاعی مخدوم سیاح سرور قدس اللہ اسرارھم کے قدم میمنت لزوم سے شرف پایا اور اس نسبت نے اس کو تاریخی عظمت بخشی۔ حضرت مخدومؒ کے آسودۂ خاک ہونے کے بعد اس سرزمین کی مردم خیزی نے اپنی بہار دکھائی اور وقفہ وقفہ سے یہاں ولایت کے لالہ وگل کھلتے رہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین قدس سرہٗ اسی بہار کے عہد آخر کے گل تر ہیں۔ خلفائے حضرت سید خواجہ رحمت اللہؒ نائب رسول اللہ ﷺ میں آپ کی ذات اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ آپ کا سلسلۂ رشد وہدایت غیر منقطع ہے اور اس نے اپنی فیض رسانی کے پونے دو سو سال مکمل کر لئے ہیں۔

قندھار کی تاریخ اور اس کا محل وقوع: مؤرخین لکھتے ہیں کہ قندھار دکن کا نہایت، ما قبل تاریخ شہر ہے یہاں ملنے والے کتبوں میں قلعہ قندھار پر نصب اسلامی دور کا سب سے قدیم کتبہ، ملک سیف الدولہ کے عہد حکومت کا ہے۔ جس پر ۷۴۴ھ کندہ ہے۔ دکن کا علاقہ ۷۲۵ھ تا ۷۴۸ھ سلطان محمد تغلق کے زیر نگین رہا۔ حضرت مؤلفؒ کے زمانہ میں قندھار آصف جاہی پرچم تلے صوبۂ اورنگ آباد کے ضلع ناندیڑ کا ایک تعلقہ تھا۔ موجودہ دور میں یہ ریاست مہاراشٹرا سے جڑا ہوا ہے۔ بلدۂ حیدرآباد سے اس کا فاصلہ براہ سنگاریڈی، جوگی پیٹ، دیگلور، نرسی تک ۲۵۷ کیلومیٹر اور چوراہا نرسی سے پچاس کیلومیٹر ہے اس طرح جملہ مسافت تخمیناً ساڑھے تین سو کیلومیٹر ہے۔ مستقر ناندیڑ سے اس کا فاصلہ ۵۱ کیلومیٹر ہے۔

شجرۂ نسب : آپ فاروقی الاصل ہیں۔ پدری سلسلہ ۳۶ واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ اور مادری سلسلہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دختر پر منتہی ہوتا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔

آپ نے اپنا شجرۂ نسب انوار القندھار میں اس طرح تحریر کیا ہے:

(۱) محمد رفیع الدین (۲) ابن محمد شمس الدین (۳) ابن قاضی محمد تاج الدین (۴) ابن قاضی عبدالملک (۵) ابن قاضی محمد تاج الدین کلاں (۶) ابن قاضی کبیر الدین (۷) ابن قاضی محمود (۸) ابن قاضی کبیر (۹) ابن قاضی محمود (۱۰) ابن قاضی احمد (۱۱) ابن شیخ محمد (۱۲) ابن شیخ یوسف (۱۳) ابن زین الدین (۱۴) ابن نور الدین (۱۵) ابن محمد شمس الدین (۱۶) بن شریف جہاں (۱۷) بن صدر جہاں (۱۸) بن شیخ اسحاق (۱۹) بن شیخ مسعود (۲۰) بن بدر الدین (۲۱) بن محمد سلیمان (۲۲) بن شیخ شعیب (۲۳) بن شیخ احمد (۲۴) بن شیخ محمد (۲۵) بن شیخ یوسف (۲۶) بن شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی (۲۷) بن محمد اسحاق (۲۸) بن شیخ مسعود (۲۹) بن عبداللہ (۳۰) واعظ اصغر بن عبداللہ واعظ اکبر (۳۱) بن ابوالفتح (۳۲) بن شیخ اسحاق (۳۳) بن شیخ ابراھیم (۳۴) بن شیخ ناصر (۳۵) بن عبداللہؒ (۳۶) بن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صاحب تذکرہ کا بیان ہے کہ سلسلۂ نسب کے سولہویں بزرگ حضرت شریف جہاں وارد ہندوستان ہوئے تھے۔ آپ کی اولاد گلیم فقر میں مطمئن وخوش تھی بعدہ سلاطین دکن نے منصب قضاءت پر مامور کیا۔ اس طرح یہ گھرانہ قاضی گھرانہ ہوگیا۔

ولادت آپ بتاریخ ۱۹/ رجمادی الآخر ۱۱۶۴ھ [1] کو بروز پنجشنبہ بعد نماز فجر تولد ہوئے آپ کے والد ماجد حضرت شمس الدین اپنے والد قاضی تاج الدین کی حویلی میں افرادِ خاندان کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ حویلی قندھار کے محلہ قاضی پورہ میں واقع تھی۔ اسی حویلی میں آپ اس عالم دُنیا میں تشریف

(۱) مادۂ تاریخ ولادت از مترجم ''رفیع الدین، صاحب درجات'' ۱۱۶۴ھ

لائے۔ حضرت کے والد ایک مرد صالح تھے اور اولاد نرینہ کی تمنا رکھتے تھے۔ اسی آرزو میں آپ کچھ دنوں کے لئے حضرت مخدوم سرورؒ کی مسجد میں معتکف ہو گئے۔ دورانِ قیام مسجد، خواب میں حضرت مخدومؒ نے آپ کو فرزند کی بشارت دی اور کھانے کی ایک رکابی بھی عنایت فرمائی اور کہا کہ اس فرزند کو ہمارے نام سے موسوم کرو۔ اس بشارت کے کچھ ہی دنوں بعد آپ کی والدہ ام کریم عرف پاشاہ صاحبہ حاملہ ہوئیں۔ والدۂ محترمہ حضرت نجم الدین صاحب محتسب قصبۂ پالم کی نیک کردار اور عبادت گذار دختر تھیں اور قادری نسبت رکھتی تھیں۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تو اس وقت آپ نماز فجر سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھیں۔ حضرت مخدوم سرورؒ کے ارشاد کے بموجب والد نے ''غلام رفاعی'' نام اور عرفیت رفیع الدین رکھی۔ سوانح نگاروں نے آپ کے سوا کسی اور فرزند کا ذکر نہیں کیا ہے اس طرح آپ والد کے اکلوتے فرزند ہیں۔

تعلیم آپ کی ابتدائی تعلیم قندھار میں والد اور مقامی علماء کے پاس ہوئی۔ سید شاہ عبدالرسول کے پاس ابجد کا آغاز ہوا۔ قرآن مجید اور فارسی کُتب والد کے پاس، گلستان محمد قطب الدین اور سید چاند کے پاس اور چچا قاضی محمد سراج الدین کے پاس سکندر نامہ اور انشاء ابوالفضل اور خطاطی محمد برہان الدین سے اور محمد امان اللہ سے کتب صرف ونحو اور کچھ فقہ اور مولوی شیخ احمد صاحب بسنت نگری سے بھی کچھ نحو اور فارسی کتابیں پڑھیں۔ اس طرح چودہ سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے شرح ملا جامی ختم کر چکے تھے۔ اس کے بعد علوم عالیہ کے حصول کے شوق نے اورنگ آباد کے سفر پر آمادہ کیا۔ اس سفر کے سنہ اور قیام کی مدت کا خود حضرت نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ ہمارے اندازہ کے مطابق آپ نے یہ سفر سنہ ۱۱۸۱ھ میں کیا۔

سفر اورنگ آباد اورنگ آباد ۱۱۷۶ھ تک دکن کا پایہ تخت رہ چکا تھا۔ اس لحاظ سے اس کو علوم وفنون کی مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ پایہ تخت کے حیدرآباد کو منتقل ہونے کے باوجود یہاں علماء، اولیاء، صلحاء

اور اتقیا کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ان حضرات کے نفوس قدسیہ سے رشد و ہدایت کی مجالس آباد تھیں۔ حضرت نے یہاں نو سال تک قیام کر کے وقت کے جید علماء (جن کا ذکر آگے آتا ہے) کے پاس تفسیر، حدیث، فقہ، منطق فلسفہ و تصوف کا درس لیا۔ جذبۂ قرب حق اس نوعمری میں بھی سینہ میں موجزن رہتا تھا سید محمد صاحب مرید مولانا خیر الدین سورتی اور تلمیذ مولانا قمر الدین نقل کرتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت اکثر روضۂ بیگم میں تنہا تشریف لے جاتے اور اس قدر روتے تھے کہ زمین تر ہو جاتی تھی۔

اساتذہ اورنگ آباد کے اساتذہ کی فہرست میں سب سے پہلا نام مولانا قمر الدینؒ (1) کا ہے۔ حضرت کے علم ذوق کو پروان چڑھانے اور اس کو پختہ کرنے میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔ اکثر علوم آپ ہی سے اخذ کئے۔ لیکن آپ سے کون کون سی کتابیں پڑھیں اس کا تفصیلی حال نہیں ملتا۔ البتہ آپ کی تصنیف نور الکریمتین کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے کہ میں نے اس کی سماعت از اوّل تا آخر حضرت کی زبان مبارک سے کی ہے۔ درس کے دوران مولانا موصوف متن کی نہایت درجہ عالمانہ تحقیق بیان فرماتے۔ مولانا قمر اور آزاد بلگرامی میں مصاحبت تھی۔ یہ اُن دونوں حضرات کی اورنگ آباد کے باغات میں کئی کئی دن علمی نشستیں ہوتیں۔ آپ بھی ان نشستوں میں اپنے استاد کے ہمراہ ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر

---

(1) مولانا قمر الدینؒ بن مولانا منیب اللہ بالا پوری کا شمار وقت کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ ۱۱۲۳ھ میں بالا پور (برار) میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۵۸ھ میں اورنگ آباد آئے اور ۱۱۷۴ھ میں مع فرزندان سید نور الہدیٰ و سید نور العلیٰ براہ سورت حج کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۱۷۵ھ میں اورنگ آباد مراجعت کی۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ محبوب الزمن میں آپ کو ''آفتاب دکن'' لکھا ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے استاد حدیث مولانا خیر الدین سورتی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ نور الکریمتین، نور الظہور اور مظہر النور آپ کی تصانیف ہیں۔ دہلی گئے تو حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ سے ملاقات ہوئی اس ملاقات کا تفصیلی حال تذکرہ اولیائے دکن میں ہے۔ مرزا صاحب نے آپ کی توقیر و تعظیم کی۔ مسئلہ وحدت الوجود میں آپ نے ''مظہر النور'' مرزا صاحب ہی کے لئے ۱۱۶۴ھ میں لکھی۔ عرفان تخلص تھا اور قدرت اللہ بلیغ سے تلمذ رکھتے تھے۔ صاحب دل اور عارف کامل تھے ۱۱۹۳ھ میں بعمر ستر (۷۰) سال وفات پائی اور اورنگ آباد میں مدفون ہوئے۔ آزاد بلگرامی نے تاریخ نکالی موت العالم ثلمہ (محبوب الزمن ج ۲، نزہۃ الخواطر ج ۶، بحر رحمت)

میں غلام علی آزاد بلگرامی" کا رنگ جھلکتا ہے۔

۲- مولانا نور الہدیٰ [۱] (۱۱۵۳ھ-۱۲۰۳ھ) آپ مولانا قمر کے فرزند اکبر ہیں۔آپ سے قطبی اور تمام درسی کتب پڑھیں۔

۳- مولانا نور العلیٰ" [۲] (۱۱۶۰ھ-۱۲۳۴) مولانا قمر کے دوسرے فرزند ہیں۔آپ سے شرح ملا کے چند اسباق پڑھے۔

۴- حضرت غلام نور قدس سرہ [۳] (۱۱۳۹-۱۱۸۹) آپ سے مثنوی شریف، رسالہ علم حقائق، تسویہ قاضی محب اللہ وسلم اور زاہدین مع حواشی پڑھی۔

۵- میر انور الدین صاحب سے شرح ملا کا اکثر حصہ، شرح تہذیب اور منطق کے رسائل پڑھے۔

۶- مولوی معین الدین صاحب سے قطبی کا کچھ حصہ اور۔

۷- مولوی قادر قلی شریفی سے فرائض وشرح مطالع اور۔

(۱) مولانا نور الہدیٰ صاحب نے کتب درسیہ عربیہ وعلوم ادبیہ از ابتدا تا انتہا والد ماجد سے تحصیل کیں۔سولہ برس کی عمر میں فارغ ہوگئے۔حافظ قرآن عزیز اور جامع علوم ظاہری ومعنوی تھے۔والد کی دیگر کتابوں کے علاوہ مظہر النور کی شرح لکھی جس کے چند صفحات آزاد بلگرامی نے اپنی تصنیف سبحۃ المرجان میں بطور نمونہ نقل کیے ہیں۔۱۲۰۳ھ میں بعمر پچاس سال وفات پائی (تذکرہ اولیائے دکن ج ۲ ص ۱۰۷۵)۔ صاحب گلزار آصفیہ کے والد آپ ہی سے بیعت اور ارادت رکھتے تھے۔(گلزار آصفیہ ص ۳۶۹)

(۲) مولانا نور العلیٰ صاحب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے عہد (۱۱۷۵ھ-۱۲۱۸ھ) میں حیدر آباد تشریف لائے۔زہد وورع میں بے مثل تھے۔صلابت تقدس اس درجہ تھا کہ دیکھنے والا لرزہ بہ اندام ہو جاتا تھا۔چوہتر (۷۴) سال کی عمر میں انتقال کیا۔فرزند خورد سید نور الاصفیاءؒ کے باغ مادنا پیٹ متصل عیدگاہ قدیم، حیدر آباد مدفون ہوئے۔صاحب گلزار آصفیہ نے سنہ ولادت نہیں لکھا ہے اور عمر سو سال بتلائی ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں۔درج کردہ سنہ ولادت نزہۃ الخواطر اور اولیائے دکن سے لیا گیا ہے۔

(۳) حضرت غلام نور صاحبؒ بہاری الاصل ہیں۔ولادت اور وفات اورنگ آباد میں ہوئی۔لوگوں کی کثیر تعداد آپ سے فیض یاب ہوئی۔صدرا، میر زاہد اور ملا جلال پر حواشی لکھے (نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۲۱۷)

۸- مولوی محمد قدرت اللہ بلیغ سے دیوان ناصر علی وشوکت دیگر دواوین پڑھیں۔ بلیغ مولانا قمر الدین کے بھی استاد تھے۔

۹- شیخ الاسلام خاں[۱] سے فقہ میں ہدایہ اور تفسیر میں بیضاوی شریف مع حواشی پڑھی اور محمد عثمان خوشنویس سے خط شکستہ میں اصلاح لی۔

اورنگ آباد میں ان علماء سے حصول علم میں مشغول تھے کہ والد صاحب کی طلب پر (۱۱۹۰ھ میں) قندھار واپس ہو گئے۔

سماعت و قرات حدیث

دوران سفر حج ذیل کے علماء سے استفادہ کیا:

مولانا خیر الدین سورتیؒ سے سورت میں بخاری شریف پڑھی اور مسائل حقائق وسلوک کی تحقیق کی۔[۲] حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مولانا سے ملاقات کے لئے گیا تو مولانا نے میرے قیام کے لئے خانقاہ میں خود جاروب کشی کی۔ میں نے ہزار منت کی کہ یہ کام میرے حوالہ کیا جائے لیکن مولانا نے میری ایک نہ سنی اور فرمایا کہ آپ میرے مہمان ہیں اور مہمان کی خدمت میزبان پر واجب ہے۔ پھر جب مہمان داری کے لوازم پورے ہو گئے تو اپنے مریدوں کو بٹھا کر مجھ سے کہا کہ مجھے بڑھاپے کے باعث ان کی تعلیم میں تامل ہے۔ خدارا آپ ان سے مسائل سلوک دریافت کیجئے۔ اگر بھول گئے ہوں تو یاد دلا دیجئے۔ بعد دریافت معلوم ہوا کہ ان سے مسائل میں تقدیم وتاخیر ہو گئی ہے۔ اسی روز

---

(۱) سلسلہ نمبر ۵ تا ۹ کے حالات نہیں مل سکے۔ (۲) مولانا خیر الدین حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ نقش بندی سلسلہ میں حضرت شاہ محمد نصر اللہ سے بیعت رکھتے تھے۔ حج وزیارت کے لئے گئے تو مدینہ طیبہ میں مشہور محدث حیات سندھیؒ سے سند حدیث لی۔ بعد مراجعت پچاس ۵۰ سال تک درس حدیث دیا۔ شواھد التجدید اور ارشاد الطالبین کے علاوہ سلوک میں بھی رسائل تحریر کئے۔ حضرت خواجہ رحمت اللہؒ سے مراسلت تھی۔ ۱۲۰۶ھ میں انتقال کیا اور سورت میں دفن ہوئے۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ بحر رحمت ص ۲۷، نزھۃ الخواطر ج ۷ ص ۱۶۴

سے یہ خیال دل میں جاگزیں ہوگیا کہ مسائل سلوک قلم بند کئے جائیں۔ یہی خیال ثمرات المکیہ کی شکل میں مکہ معظمہ میں پورا ہوا۔ (۱)

سورت ہی میں مولوی میر عبداللہ اور مولوی ولی اللہ کی مجالس میں تبرکاً حدیث کی سماعت کے لئے دو چار مرتبہ حاضر ہوئے۔ ان دونوں حضرات کے حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

مسجد نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں مولانا محمد عبداللہ المغربی ثم المدنی سے بخاری شریف کے سند قرات لی۔ نیز صحاح ستہ، مشکوٰۃ المصابیح، مسند امام احمد بن حنبل موطا امام مالک اور دلائل الخیرات کی بھی اجازت لی۔ (۲)

ازواج آپ کی تین ازواج تھیں :

آپ کا پہلا عقد ۱۱۷۸ھ میں ۱۴ سال کی عمر میں آپ کے حقیقی چچا قاضی محمد غیاث الدین صاحب کی دختر انور بی بی صاحبہ سے، اور دوسرا عقد قاضی کونگیر (نام نہ معلوم) کی دختر قادر بی بی صاحب سے ہوا۔ ان دونوں شادیوں کا ذکر حضرت نے اپنی خودنوشت سوانح '' انوار القندھار '' میں کیا ہے۔ (۳) ان دونوں شادیوں میں کتنا فصل تھا اور کن حالات میں یہ شادیاں ہوئیں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

آپ کی تیسری زوجہ حضرتہ پیرماں صاحبہ ہیں جن کا ذکر صاحب ''تاریخ قندھار دکن'' نے کیا ہے۔ (۴) نیز محترمہ کے بطن سے جو لڑکا ہوا اس کی عمر آپ کے انتقال کے وقت سات (۷) سال کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقد عمر کے آخری حصہ میں انجام پایا۔

ان تینوں ازواج سے جو اولاد ہوئی اس کی تفصیل ذیلی عنوان ''اولاد واحفاد'' کے تحت آگے آرہی ہے۔

---

(۱) ''بحر رحمت'' اُردو ترجمہ ص ۱۲۶ (۲) انوار القندہار۔ قلمی ص ۶۶-۶۷ (۳) ایضاً ص ۶۴ (۴) ص ۲۳۷

بیعت و ارادت : حضرت کے اندر قرب حق کا داعیہ وہبی تھا، اور فطری مناسبت اس درجہ پر تھی کہ لڑکپن میں ہی اویسی نسبت حاصل ہوگئی تھی۔ خواب میں حضرت مخدوم سیاح سرور قدس سرہٗ نے ذکر ''یادداشت مسمیٰ'' تعلیم کیا تھا۔ چنانچہ انوار القندھار میں لکھتے ہیں :

''حضرت مخدوم درعالم رویا کتابے بایں فقیر عنایت فرمودہ بذکر یادداشت مسمّیٰ فرمودند، چنانچہ از ایام خوردی نسبت ایں فقیر جاری است واصل طریقۂ فقیر اویسی ست است کہ از روحانیت ایشاں مستفید گشتہ''

آپ کی اس اویسی نسبت کی تعبیر حضرت خواجہؒ کی صحبت پر منحصر تھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''اگرچہ تعبیر و نام آں نسبت موقوف بر صحبت حضرت قدوتی و مرشدی خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ قدس سرہ بود''۔ (۱)

شیخ احمد متولی آثار شریف قصبۂ ناندیڑ کا بیان ہے کہ اوائل میں آپ پہاڑوں اور جنگلوں میں سکونت فرماتے اور بعض دفعہ مسلسل تین تین دن تک بھوکے رہتے۔ (۲)

حصول تعلیم کے لئے آپ جب اورنگ آباد پہنچے تو وہاں شاہ محمد عظیم الدینؒ بلخی ثم لکھنوی ثم اورنگابادی سے بیعت کی اور نقشبندی طریقہ میں لطفیۂ قلبی سے ذکر سلطانی تک کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازآں حضرت مولانا سید قمر الدینؒ سے اسی سلسلہ میں بیعت کر کے تکرار رسوم مشائخ و ذکر سلطانی تک کسب کیا اور حزب البحر کی اجازت لی۔ مذکورہ دونوں حضرات سے شاید آپ کو کما حقہ تشفی نہیں ہوئی تھی یا یہ دونوں حضرات انتقال کر گئے تھے اسی لئے کسی پیر کامل کے لئے مضطرب رہا کرتے تھے۔ اسی اثناء میں والد کے طلب فرمانے پر اورنگ آباد سے ۱۱۹۰ھ میں قندھار آ گئے۔ یہاں پہنچنے کے بعد بھی اسی جذبہ نے بے قرار

(۱) انوار القندھار ص ۶۲۔ (۲) بحر رحمت ص ۱۲۳

رکھا۔ چنانچہ بعد استخارہ اور باشارۂ حضرت مخدوم سیاح سرورؔ رحمت آباد[1] پہنچ کر شیخ المشائخ وحید عصر حضرت خواجہ رحمت اللہ[2] کی خدمت میں حاضری دی۔ حاضری کے دوسرے دن حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے آپ سے فرمایا کہ ہم تمہارے لئے ایک سفارشی خط نواب ارکاٹ محمد علی خاں والا جاہ بہادر کے نام لکھ دیتے ہیں وہ تمہاری حاجت پوری کر دیں گے۔ حضرت کی زبان مبارک سے ان کلمات کے سنتے ہی آپ نہایت رنجیدہ ہو گئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنے بزرگوں سے جو کچھ معاش ملی ہے وہ خود زائد از ضرورت ہے۔ اس وقت خدمتِ عالی میں حاضری حسبِ ارشاد حاجی مخدوم سیاح قدس سرہٗ ہوئی ہے اور تربیت باطن مطلوب ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت پر بے اختیار گریہ طاری ہوا، اور فرمانے لگے بہت بہت مبارک، آج کل لوگ اپنی مادی و دُنیاوی اغراض کے تحت بیعت کے لئے آتے ہیں۔ کوئی سفارش چاہتا ہے، کسی کو عمل تسخیر کی اجازت اور کسی کو نسخۂ کیمیا چاہئے۔ اس کے بعد حضرت نے رات میں دوگانہ رویت[1] رسول

---

(۱) قندھار تا رحمت آباد براہ حیدرآباد فاصلہ تقریباً ۹۰۰ کیلومیٹر ہے۔ (۲) آپ کے مختصر حالات ''انوار القندھار'' سے نقل کئے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد خواجہ عالم نقشبندی توران سے وارد ہندوستان ہوئے اور بیجاپور کے جنوب مغرب موضع بلگانوں (بلگام) میں سکونت اختیار کر کے عقد فرمایا۔ یہیں خواجہ موصوف کی ولادت ہوئی۔ بچپن ہی سے چہرہ سے آثار رشد و صلاح نمایاں تھے۔ والدہ کے انتقال کے بعد والد نے دوسرا عقد کیا۔ علاتی والدہ کے ناروا سلوک سے دل برداشتہ ہو کر کرنول میں اپنی خالہ کے پاس آگئے۔ یہاں چند دن گذار کر بیجاپور گئے اور حضرت سید علی بروم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب ذوق و شوق ولطیفۂ باطن کمال کو پہنچا تو بامر رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت اشرف مکیؒ سے جمیع مراتب سلوک میں مستفیض ہوئے۔ بعد فراغت حج و زیارت کچھ عرصہ کرنول میں اور کچھ عرصہ نندیال میں گذارا۔ پھر ارکاٹ کے نواح میں قصبۂ انا سمندر میں زمین خرید کر رحمت آباد، آباد کیا اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ بے شمار لوگ از عوام و خواص حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ نود (۹۰) سال کی عمر میں جب کہ آپ اودگیر میں تھے رخسارۂ مبارک پر ایک قرحہ عارض ہوا، اور ایک ماہ کی علالت کے بعد ۲۷/ربیع الاول ۱۱۹۵ھ کو رحلت فرمائی۔ دوسرے دن جمعہ کو رحمت آباد میں اپنی بنا کردہ مسجد ''مدینہ مسجد'' کے صحن میں مدفون ہوئے۔ بوقت غسل تمام حاضرین نے دیکھا کہ موضع دل مبارک ذاکر و متحرک تھا۔ میر غلام علی آزادؔ نے تاریخ موزوں کی: تسلسل ص ۱۰

صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے کی ہدایت فرما کر کہا کہ جو کچھ خواب میں دکھائی دے وہ صبح میں بیان کیا جائے۔ حسب ارشاد آپ نماز پڑھ کر سو گئے اور صبح میں یہ خواب حضرت خواجہ سے بیان کیا :

''ایک بڑا صحرا ہے جس میں میں تنہا ہوں اور ایک شخص سیاہ فام، دراز قد مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اسی اثناء میں ایک بڑی فوج جو تلواروں اور لاٹھیوں سے لیس تھی نہایت تیزی سے پہنچی اور اس شخص کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میں نے پوچھا یہ فوج کس کی ہے۔ جواب ملا کہ یہ فوج جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور آپ کی سواری بھی آیا ہی چاہتی ہے۔ یہ سن کر میں بے حد خوش ہوا اور فوج کے ایک کنارے کھڑا ہو گیا۔ مختلف بزرگ جوق در جوق گذرنے لگے۔ پھر خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری نمودار ہوئی۔ آنحضرت ﷺ تخت پر جلوہ افروز تھے اور لوگ اسے اطراف سے تھامے ہوئے تھے۔ جب تخت مبارک میرے نزدیک پہنچا تو آپ نے تبسم فرمایا اور مجھ پر نظر شفقت ڈالی اور کسی سے فرمایا کہ اس کو عبدالخالق غجدوانی ؒ کے پاس لے جاؤ۔ پھر سواری مبارک گذر گئی اور میں اس شخص کے ہمراہ حضرت عبدالخالق کی طرف روانہ ہوا۔ کچھ مسافت طے ہوئی تھی کہ ہم ایک باغ میں پہنچے جس کی خوبی بیان سے باہر ہے۔ باغ کے درمیان ایک عمدہ چبوترہ پر حضرت عبدالخالق تشریف فرما تھے اور گرداگرد کچھ بزرگ کھڑے تھے۔ مجھے حضرت کی صورت خوب اچھی طرح یاد ہے۔ گول چہرہ، سرخ رنگ، سفید ریش، میانہ قد، سفید لباس جو نور

بقیہ حاشیہ (۲) ص۔۹

شہ ملک ولایت رحمۃ اللہ — ز دنیا سوں عقبیٰ رخت بربست

اگر پرسند تاریخ وصالش — بگو با رحمت اللہ پیوست ۱۱۹۵ھ

آپ نے دو عقد فرمائے لیکن اولاد نہ رہی۔ بعد وفات حضرت آپ کی زوجہ پاشاہ بی بی صاحبہؒ نے اپنے برادر زادہ غلام نقشبند کو حضرت کا خرقہ پہنا کر جانشین کیا۔ آپ کے خرق عادت و کرامات کا شمار تحریر و تقریر سے باہر ہے''۔ تفصیل کے لئے ''عقیدۃ الطالبین'' اور ''بحر رحمت'' دیکھی جائیں مادۂ تاریخ وفات از مترجم فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۱۱۹۵ھ

(۱) اس دوگانہ کی تفصیل رسالۂ نقشبندیہ، بحر رحمت اور ثمرات کے صفحہ ۷۵ پر موجود ہے۔

باطن سے مثل آفتاب روشن نظر آتا تھا۔ وہ شخص مجھے آپ کے پاس لے گیا اور کہنے لگا کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے مجھے قریب بلایا۔ میں بزرگوں کے حلقہ سے ہوتا ہوا آپ کے پاس پہنچا اور شوق سے بے تاب ہو کر اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔ حضرت نے میرا سر اپنے دست مبارک سے اُٹھایا اور کچھ کہا جس کو بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ صبح کو میں نے اپنا یہ خواب حضرت خواجہ سے بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا تم کو سلسلۂ نقشبندیہ میں کمال حاصل ہوگا کیوں کہ حسب فرمانِ رسالت ﷺ حضرت عبدالخالق " رئیس نقشبندیاں تم پر متوجہ ہیں۔ اس خواب کے بعد بھی اس دوگانہ کی بدولت کئی ایک بشارتیں میسر آئیں۔ [1] بیعت سے مشرف ہونے کے بعد آپ نے ایک سال تک رحمت آباد میں قیام کر کے منازل سلوک طے کئے۔ نیز طریقہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، رفاعیہ، سہروردیہ، شطاریہ اور مداریہ بھی مع اصول وفروع اور تمام اشغال واعمال طرق بتفصیل بطریق تلقین و توجہ [2] اخذ کئے۔ حضرت خواجہؒ نے خرقہ خلافت اور اجازت عامہ سے سرفراز فرمایا۔ اس طرح حضرت خواجہ رحمت اللہ کی خدمت میں آپکا اتمام سلوک ہوا۔ [3]

حیدر آباد کا قیام مرحلہ اول بیعت وخلافت سے سرفراز ہونے کے بعد ۱۱۹۲ھ میں آپ بہ اجازت شیخؒ، رحمت آباد سے حیدر آباد تشریف لائے۔ اس وقت نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (م ۱۲۱۸ھ) دکن کے حکمران تھے۔ یہاں آپ نے پانچ سال تک قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں آپ کے علم وفضل وکمالات کی

---

(۱) رسالہ سلوک نقشبندیہ فارسی قلمی ص ۱۲۵ تا ۱۲۸ (۲) حضرت خواجہؒ اپنے مریدوں پر نہایت شدید روحانی توجہ فرماتے تھے یہاں تک کہ اکثر مرید از خود رفتہ ہو کر ہوش وحواس کھو بیٹھتے" یہ بیان بحر رحمت میں حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔ دیکھو ص ۶۴۔ (۳) حضرت خواجہؒ کے نزدیک سالک کو ان پانچ مسائل کی تحقیق حاصل کرنا لازمی ہے۔ (۱) وحدت الوجود (۲) معیت (۳) اندراج (۴) تجدد امثال (۵) جبر وقدر۔ یہ مسائل توحید کے ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہیں۔ خاص طور پر مسئلہ وحدت الوجود کی تحقیق تو بمنزلہ فرض عین ہے۔ بحر رحمت فارسی ص ۶۲

بڑی شہرت ہوئی ۔ رشد و ہدایت کا فیضان عام ہوا اکثر عمائدین شہر نے آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ نواب امیر کبیر شمس الامراء اور رفعت الملک بہادر کے علاوہ بہت سے امراء زمرۂ مریدین میں شامل ہوئے۔ للّٰہیت و بے نفسی کی تاثیر نے ہزار ہا مخلوق کو آپ کا گرویدہ بنادیا تھا۔ متوسلین کیا خاص و کیا عام سیلاب کی طرح امڈے چلے آتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے شہر چھوڑ کر قصبۂ شمس آباد کو اپنا گوشہ عافیت بنایا۔ نواب شمس الامراء نے اس قصبہ کو بطور جاگیر نذر کر کے سند پیش کی لیکن آپ کی عالی ہمتی نے اس کو قبول نہ کیا۔

حیدرآباد کے اسی قیام کے دوران آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ رحمت اللہ کا ۱۱۹۵ھ میں رحمت آباد میں انتقال ہو گیا اور آپ رحمت آباد تشریف لے گئے ۔ چوں کہ حضرت خواجہ لاولد تھے، پیرانی ماں صاحبہ نے آپ کو جانشین بنانا چاہا، لیکن آپ نے قبول نہیں کیا اور پیرانی ماں صاحبہ کے بھتیجے غلام نقشبند صاحب جانشین بنائے گئے ۔ آپ نے رحمت آباد میں کچھ عرصہ قیام کیا اور ان سے بیعت لے کر تربیت کی ۔ بعد ازاں خرقہ خلافت عطا کر کے تاکید کی کہ شجرہ میں آپ کا اسم گرامی نہ لکھا جائے اور اپنی نسبت راست حضرت خواجہؒ سے ظاہر کی جائے ۔ (۱) اس امر کی انجام دہی کے بعد آپ حیدرآباد آ گئے ۔

سفر حج : حیدرآباد میں قیام کے دوران ہی آپ نے عزم حج و زیارت کیا۔ آپ کی تالیف سلوک نقشبندیہ (فارسی) کے ترقیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس سفر میں آپ ماہ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ سورت (۲) پہنچ چکے تھے۔

> ''ایں رسالہ بوقت چاشت روز دوشنبہ بتاریخ بیست و یکم ربیع الاول ۱۱۹۷ھ
> در بندر مبارک سورۃ متصل روضہ منورہ حضرت خواجہ جمال الدین المعروف بہ خواجہ
> دیوانہ قدس اللہ سرہ العزیز درایامیکہ فقیر مولف عازم حرمین شریفین بود''۔ (۳)

اسی رسالہ کا عربی ترجمہ آپ نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران کیا۔ اس کے خاتمہ پر تحریر ہے کہ

(۱) انوار الرفیع ص ۴۴ ۔ (۲) اُس وقت حجاج کی روانگی بندرگاہ سورت سے ہی ہوتی تھی ۔ (۳) رسالہ نقشبندیہ قلمی ص ۱۳۱

''مختصر فی السلوک النقشبندیه، الفتهافی المدینه، المنوره وسمیتها بفیوضات المدینه [1]

۱۱۹۷ھ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے مدینۃ النبی علی صاحبہ والصلوٰۃ والسلام تشریف لے گئے اور جب شہور حج شروع ہوئے تو مکۃ المکرمہ زادھا اللہ شرفھا گئے جس کی تصدیق آپ کی تالیف ثمرات المکیۃ کے اس ترقیمہ سے ہوتی ہے :

> ''الحمد للہ والمنہ کے فراغ یافت فقیر مؤلف از تالیفِ ثمرات المکیہ فی طریقۃ القادریۃ العلیۃ درمدرسۂ شیخ عبدالکریم قطبی درشبا کے کہ مقابلہ بیت اللہ الحرام بود، بوقت ضحوۂ کبریٰ روز پنجشنبہ بتاریخِ شانزدھم محرم الحرام سنہ الف و مایہ وثمانین و تسعین (۱۱۹۸ھ) من ہجریہ النبویہ المقدسہ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین''

حج سے فارغ ہوکر آپ ۱۱۹۹ھ میں قندھار واپس ہوئے۔ [۲] تذکروں اور آپ کی خودنوشت سوانح سے اس بات کا پتہ چلانا دشوار ہے کہ ۱۱۹۸ھ سے واپسی کے سنہ ۱۱۹۹ھ تک کی مدت جو ایک سال سے زائد ہے، آپ نے حرمین شریفین میں کہاں گذاری۔ چوں کہ آپ نے اپنے قیام کی جملہ مدت تین سال بتلائی ہے اور ان تین سالوں میں موسم حج دو مرتبہ آتا ہے، اس سے گمان گذرتا ہے کہ آپ نے قیام حرمین شریفین کے دوران دو مرتبہ حج کیا ہوگا۔ [۳] یا پھر حج اول کے بعد سے قندھار واپسی تک آپ مدینہ منورہ میں ہی رہ کر حصول علم کرتے رہے ہوں گے۔ اگر یہ گمان صحیح ہے تو مدینہ طیبہ میں آپ نے دو دفعہ قیام فرمایا ہوگا۔ یعنی حج سے پہلے اور حج کے بعد۔ واللہ اعلم۔

مراجعت بہ قندھار و بناء خانقاہ : قندھار پہنچ کر آپ نے اسی سنہ میں حضرت امام

(۱) یہ قلمی رسالہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں محفوظ ہے۔ (۲) انوار القندھار قلمی ص ۶۳۔ (۳) مشاہیر قندھار میں ہے کہ ''حیدرآباد میں قیام کے بعد آپ نے دوبارہ مکۂ معظمہ کا ارادہ کیا'' جو کسی طرح بھی درست نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سوانح نگار نے پورے تذکرہ میں سفر اول کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محبوب سبحانیؒ اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے نام سے خانقاہ تعمیر کروائی اور فقراء ومساکین وطالبین کی خدمت میں اپنے اوقات کو مصروف کر دیا۔

حیدر آباد کا دوسرا سفر : آپ غالباً ۱۲۱۸ھ میں دوسری بار حیدر آباد تشریف لائے۔ اس سفر کا محرک اور سنہ قطعی طور سے معلوم نہیں ہوتا۔ پیش آمدہ واقعات کی کڑیاں جوڑنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ کثیر خلقت آپ سے رُجوع ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی اور قریات وقصبات سے معتقدین کا ہجوم اس قدر رہنے لگا کہ آپ تک پہنچ کر دست بوسی کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ اہل بلدہ کی دلی خواہش تھی کہ آپ حیدر آباد میں مستقل سکونت اختیار فرمائیں۔ اس وقت سکندر جاہ آصف ثالث دکن پر حکمرانی کر رہے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ ان کے دیوان ارسطو جاہ نے آپ کو طلب کیا تھا۔ آپ نے انکار کیا۔ اس پر وہ برافروختہ ہو گیا اور بادشاہ کو صلاح دی کہ ایسے بزرگ جن کے بے شمار مرید ہیں اگر شہر میں مقیم ہو جائیں تو نظم وضبط قائم رکھنا مشکل ہو جائے گا اور شائد ایسے اُمور بھی پیش آئیں جن کی اصلاح کرنا محال ہو جائے۔ یہ مشورہ جس کی تہہ میں ذاتی بغض وعناد تھا، فرمان شاہی صادر کرانے میں کامیاب ہو گیا کہ مولوی صاحب اپنے وطن قندھار واپس چلے جائیں، جس وقت یہ حکم پہنچا حضرت ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر مکہ مسجد میں تشریف فرما تھے مریدین کا ہجوم تھا۔ ایک بڑے شملہ کی ایک جانب آپ کے ہاتھ میں تھی اور صدہا ارادتمند اس شملہ کو چھو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہو رہے تھے۔ حکم سنتے ہی آپ نے اپنا مصلا سنبھالا اور مسجد سے نکل گئے۔ ارادتمند اور معتقدین بھی آپ کے پیچھے ہو گئے۔ آپ جب پرانے پل پر واقع حصار شہر کے دروازہ سے باہر نکل گئے تو فتنہ وفساد کے اندیشہ سے دروازہ بند کر دیا گیا۔ سرکاری پیادوں نے معیت میں چلنے والوں کو روکا تاہم بہت سے لوگ فصیل کی دیوار پھاند کر نکل گئے۔ آپ ان لوگوں کی خاطر سے کچھ دنوں تک درگاہ حسین شاہ ولیؒ کے پاس پڑاؤ ڈالے رہے۔ پھر قندھار روانہ ہو گئے۔

ارسطو جاہ کا انتقال : آپ کے قندھار واپس ہونے پر ایک سال کی بھی مدت نہ گذری تھی کہ ۱۲۱۹ھ میں ارسطو جاہ نے انتقال کیا۔

فرزند اکبر کی وفات اور اورنگ آباد و رحمت آباد کا سفر : ۱۲۱۸ھ میں آپ حیدر آباد سے واپس ہو کر قندھار میں ہی طالبان حق کی تربیت میں لگے رہے۔ ۱۲۳۷ھ میں آپ کے سب سے بڑے فرزند شاہ نجم الدین صاحبؒ علیل ہو گئے۔ علالت کے دوران آپ پر منکشف ہو گیا تھا کہ یہ صحت یاب نہ ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے اپنے مرید و خلیفہ شیخ مدار [1] کو طلب کر کے وصیت فرمائی کہ ان کو بعد انتقال فلاں مقام پر دفن کریں اور مجھے وفات کی اطلاع نہ کریں۔ اس وصیت کے بعد آپ مزارات مقدسہ کی زیارت کے لئے اورنگ آباد چلے گئے۔ ادھر کچھ عرصہ بعد صاحبزادہ کا انتقال [2] ہو گیا اور شیخ مدار نے وصیت پوری کی اور اس سانحہ کی حضرت کو کوئی اطلاع نہ کی۔ انتقال کے چھ ماہ بعد غمزدہ ماں نے خط کے ذریعہ اورنگ آباد حاضر ہونے کی خواہش کی۔ آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ اگر آنے کا مقصد بیٹے کی جدائی میں جزع و فزع اور گریہ وزاری کرنا ہے تو بہتر ہے کہ نہ آئیں۔ زوجہ محترمہ نے اورنگ آباد کا سفر کیا اور لخت جگر کے جان کاہ صدمہ پر کسی قسم کا رنج و غم ظاہر نہ کیا۔ انسانی زندگی میں پیش آنے والے اس طرح کے واقعات میں بالعموم ماں باپ صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں لیکن یہاں حضرت اور ان کی اہلیہ نے تسلیم و رضا کا ایک عظیم نمونہ پیش کیا۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ اہلیہ کو قندھار بھیج کر اپنے شیخ حضرت خواجہؒ کی زیارت کے لئے رحمت آباد روانہ ہو گئے۔ واپس ہوتے ہوئے آپ نے قصبۂ نانڈیڑ میں کچھ مدت تک قیام کیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۷۳ برس سے متجاوز ہو چکی تھی۔

حیدر آباد کا تیسرا سفر : ارسطو جاہ کے انتقال کے بعد شہر چھوڑنے کا فرمان منسوخ ہو چکا

(۱) امام فخر الدین رازیؒ کی اولاد سے تھے۔ (۲) تاریخ قندھار ص ۲۳۴، بحر رحمت ص ۱۲۴

تھا۔ شمس الامراء نے معروضہ کیا کہ آپ حیدرآباد تشریف لاکر اہل خاندان کو بیعت سے مشرف فرمائیں۔ مرحلہ اول میں آپ نے یہ معروضہ قبول نہ کیا لیکن نواب کے اصرار پر باوجود بصارت میں ضعف آنے کے آپ حیدرآباد تشریف لائے اور جان علی خاں کے باغ میں قیام فرمایا۔ اس سفر میں نواب صاحب کے پورے خاندان نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سفر کا مقصد پورا ہونے کے بعد آپ قیام کو طول دئے بغیر قندھار لوٹ گئے۔ مصنف گلزار آصفیہ اسی سفر میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے (۱) اور لکھا ہے کہ اس سفر کے بعد آپ سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ اس طرح اس سفر کا سنہ ۱۲۴۰ھ متعین ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

علالت و وفات : قندھار پہنچنے کے بعد آپ کی علالت کا آغاز ہوا۔ مسلسل بخار اور ضعف معدہ سے مزاج میں نقاہت نمایاں ہونے لگی۔ اس کے باوجود آپ نے اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ وصال سے کئی دن پہلے ایک مجذوب مستان شاہ (۲) نے آپ کی رہائش گاہ کی دیوار کو پتھر سے توڑنے کی کوشش کی۔ لوگ مانع ہوئے مگر وہ باز نہ آئے۔ مجذوب صاحب کی اس حرکت کی اطلاع حضرت کو ہوئی تو آپ نے تبسم کیا اور مجذوب صاحب کو کہلا بھیجا کہ ہاں مجھے معلوم ہے اس کا انتظام ہوجائے گا، آپ زحمت نہ کریں۔ یہ سن کر وہاں سے رخصت ہوگئے۔ لوگوں نے حضرت سے دریافت امر کیا تو آپ نے جواب دیا کہ مجذوب کی یہ حرکت اس بات کا اشارہ ہے کہ کچھ ہی عرصہ میں یہ مکان مقبرہ

---

(۱) گلزار آصفیہ (فارسی) ص ۴۱۰۔ (۲) مستان شاہ مجذوب سیاحت کرتے ہوئے ۱۱۹۵ھ میں قندھار آئے اور قاضی محلہ کی مسجد کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ صرف تہہ بند سے ستر پوشی کرتے تھے۔ کسی سے کلام کرتے نہ سوال۔ اور جب تک کوئی کھلا پلا نہیں دیتا خورد و نوش نہ کرتے خواہ کتنے ہی دن گذر جائیں شدید بھوک کی حالت میں کبھی کبھی منہ لگا کر نہر کی گیلی مٹی کھالیا کرتے۔ دن بھر اِدھر اُدھر گھوم پھر کر رات کو مسجد میں آکر لیٹ رہتے۔ چوں کہ مسکرات سے پرہیز نہ کرتے تھے اس لئے مصلیان مسجد ان کو مسجد سے نکالنے پر آمادہ ہوئے مگر ممکن نہ ہوسکا۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے متولی مسجد سے کہہ کر مسجد کا شمالی حصہ ان کے لئے مختص کرادیا تھا۔ تصرفات و کرامات سے لوگ بالعموم معتقد تھے خصوصاً انگریز۔ ستر سال کی عمر میں ۱۲۶۱ھ میں بعارضۂ بخار انتقال کیا اور تالاب کے کنارہ تیلی گھاٹ پر دفن کئے گئے۔ تاریخ قندھار دکن ص ۲۲۴

سے بدل جائے گا۔ چنانچہ جب ماہ رجب ۱۲۴۱ھ کا ہلال نمودار ہوا تو آپ نے شیرینی منگوائی اور فاتحہ پڑھ کر احباب میں تقسیم فرمائی۔ اس کے علاوہ روزانہ غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور محتاجوں کو نقد اور کپڑا دینے لگے۔ جسم میں یوماً فیوماً اضمحلال بڑھتا جاتا تھا لیکن معمولات اور شب بیداری میں ''رخصت'' کی بجائے ''عزیمت'' پر عمل پیرا رہے۔ عیادت کے لئے آنے والوں کو پند ونصیحت فرماتے اور اعمال صالحہ کی ترغیب دلاتے یہاں تک کہ جب رجب کی پندرہ تاریخ آگئی تو آپ کے اضطراب میں اضافہ ہوگیا اور آپ نے احبا واقربا اور مریدین کو جمع کر کے راہ ہدایت پر ثابت قدم رہنے کی وصیت فرمائی۔ اس کے بعد روئے انور پر بشاشت کے آثار نمایاں ہوئے اور نہایت ذوق وشوق سے دریافت فرمایا کہ حضرت حاجی سیاح سرور کا صندل کون سے دن ہے۔ حاضرین نے کہا کہ کل۔ پھر جوں جوں وقت گذر جاتا تھا آپ کے چہرہ پر رونق اور بدن میں طاقت معلوم ہوتی تھی اور یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ کسی سے ملاقات کے منتظر ہیں۔ بالآخر رجب کی سولہ تاریخ (جمعہ) کو استغراق کی کیفیت طاری ہوئی اور اسی استغراق کے عالم میں آپ جانِ عاریت کا نذرانہ پیر دحق کر کے مقامِ تسلیم پر فائز ہوگئے۔ رحمة الله عليه رحمة واسعة۔

ایں جانِ عاریت کہ بحافظ سپرد دوست روزے رُخش بہ بینم وتسلیم وے کنم

عالم جاودانی کے اس سفر کے وقت عمر شریف ۷۷ رسال کی تھی۔

تدفین : حاجی سیاح سرورؒ سے آپ کی نسبت باطنی کا ظہور ولادت سے قبل ہی ہو چکا تھا اور حین حیات بھی وقتاً فوقتاً ہوتا رہا یہاں تک کہ انتقال کا دن بھی حضرتؒ کے عرس کا دن تھا۔ لوگ عرس میں شرکت کے لئے دُور دراز مقامات سے آئے ہوئے تھے۔ حضرت کے مریدین ومعتقدین کی موجودگی اس پر مستزاد تھی۔ اس قدر ہجوم ہوا کہ لوگوں کا دم گھٹنے لگا اور جنازہ تک پہنچنا نہایت دشوار ہوگیا۔ قندھار کا راجہ بھی

مع سپاہ حاضر ہوا۔اس کے سپاہیوں نے مجمع کو قابو میں کرنے کی کوشش کی۔آپ کی تدفین آپ کے رہائشی مکان کے صحن میں ہوئی اور مکان توڑ دیا گیا۔بعد میں نواب شمس الامراء نے اس پر گنبد تعمیر کروائی۔

قطعات تاریخ وفات : معاصر شعراء نے تاریخ وفات پر قطعات موزوں کئے ۔ چند ایک ذیل میں دیے جاتے ہیں۔

۱) چوں بلبل جان پاکش وارستہ زقید تقید　　شد محو نظارہ دائم در رنگ بہار مطلق

آہنگ بیانِ سالش، بادیدۂ ترنمودم　　فرمودہ دلِ حزینم، ''پیوستہ برحمت حق''

۱۲۴۱ھ

(ازابوسعیدوالاؔ۔مصنف بحر رحمت)

۲) رفیع الدین گر دیدند ناگاہ　　حباب آسا بہ بحر وصل حق گم

خرد ہر گہ کہ شد غواص تاریخ　　ندا آمد''رضـــی اللہ عـــنہـــم''

۱۲۴۱ھ

(از درویش محمد میاںؔ)

۳) مولوی معنوی شاہ رفیع الملقب　　رفت بدارالجناں کرد علم را نصب

سال وفاتش چنیں ہاتف غیبی زغیب　　گفت شب جمعہ را شانزدہم از رجب

۱۲۴۱ھ

(از قاضی محمد شمس الدین اودگیری)

اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ (۴۳ : ۷۰) تم اور تمھاری بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ۔

۱۲۴۱ھ

(از: مترجم ثمرات المکیہ)

معمولات روز و شب : آپ دائمی وضو کا اہتمام فرماتے اور جب بھی وضو کرتے، تحیۃ الوضو پڑھ لیا کرتے۔ نصف شب کو بیدار ہو کر مسجد تشریف لے جاتے۔ تہجد پڑھ کر نماز فجر تک مراقب رہتے۔ اسی طرح بعد فجر اشراق تک مراقب رہتے۔ اشراق پڑھ کر گھر آتے اور نصف النہار تک صالحین و بزرگوں کے حالات بیان کر کے حاضرین کی تربیت میں مشغول رہتے۔ بعد ازاں ان کے ساتھ ناشتہ کر کے قیلولہ فرماتے۔ جب ظہر کا وقت ہو جاتا تو مسجد پہنچ جاتے اور عشاء تک مسجد ہی میں نشست ہوتی۔ بعد نماز عشاء گھر پہنچ کر حاضرین کے ساتھ ماحضر تناول فرماتے۔ ان روزمرہ کے معمولات کے ساتھ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بھی مشغول رہتے۔(۱) آپ کی انگشتری پر الموت خیر الواعظ یا رفیع کندہ تھا۔(۲)

اخلاق و عادات : آپ کی طبیعت میں غیر معمولی حلم، سنجیدگی اور بردباری تھی۔ فضول گوئی سے اجتناب کرتے اور گفتگو میں بھی مبالغہ آمیزی سے پرہیز کرتے، البتہ مخاطب کیلئے آداب کے ایسے الفاظ ارشاد فرماتے جو اس کی حیثیت اور رتبہ سے بڑے ہوتے۔ انکسار اور فروتنی اس درجہ تھی کہ ہر بڑے چھوٹے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ نام و نمود و شہرت سے بے نیاز تھے۔ جو کوئی بیعت کی درخواست کرتا، داخل سلسلہ کر لیتے اور راہ حق دکھلاتے۔ یہی وجہ ہے کہ حلقہ مریدین نہایت وسیع تھا۔ لوگ بلا تفریق مذہب آپ سے اعتقاد رکھتے۔(۳) عزیز و اقارب سے ربط و تعلق استوار رکھتے۔ خدمت خلق اور شکستہ دلوں کی پاسداری کو تمام عبادتوں پر مقدم رکھتے۔ انتہائی گندے لوگ جن کو دیکھ کر طبیعت کراہت کرے، ان کے ساتھ بھی بیٹھ کر بے تکلف کھانا کھا لیتے۔ اسی کے ذیل میں مؤلف بحر رحمت نے اپنا ایک چشم دید واقعہ بھی تحریر کیا ہے۔(۴)

---

(۱) بحر رحمت ص ۱۲۵ (۲) انوار الرفیع ص ۱۰ (۳) ہنمت راؤ نامی ایک سادھو نے آپ کا فیض صحبت اٹھایا اور توحید پر انتقال کیا۔ اس کی قبر عمر کھیڑ میں ہے۔ دیکھئے تاریخ قندھار دکن ص ۱۳۷ (۴) بحر رحمت ص ۱۲۵

اولاد و احفاد : آپ کی زوجہ محترمہ انور بی بی صاحبہ سے ۶ لڑکیاں اور ۲ لڑکے ہوئے۔ اُن میں سے تین لڑکیوں اور ایک فرزند احسن الدین علی نے کم سنی میں انتقال کیا۔ بقیہ تین لڑکیوں اور ایک فرزند غلام اسد اللہ عرف محمد شمس الدین کے ۱۲۱۳ھ تک حیات ہونے کا ذکر خود حضرت نے اپنی تالیف انوار القندھار میں کیا ہے۔(۱)

دوسری زوجہ محترمہ قادر بی بی صاحبہ کے بطن سے چار فرزند ہوئے۔ فرزند اول شاہ محمد نجم الدین صاحب تھے۔ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ عین جوانی میں ۱۲۳۷ھ میں انتقال کر گئے۔ دو عقد ہوئے تھے۔ لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔

فرزند دوّم شاہ زین العابدینؒ تھے۔ والد سے بیعت و خلافت رکھتے تھے۔ آپ حیدرآباد میں رہتے تھے۔ ۱۲۷۱ھ میں انتقال کیا۔ مزار شریف مولانا شجاع الدین حسینؒ کی گنبد کے روبرو مشرقی جانب ہے۔ آپ کی ایک دختر اور تین فرزند تھے۔ فرزندان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ شاہ محمد تاج الدین[۱]، شاہ محمد ولی اللہ[۲] شاہ غلام انبیاء[۳]۔

تیسرے فرزند مولانا شاہ قیام الدینؒ ہیں۔ آپ کو بھی والد سے خلافت حاصل تھی۔ آپ مستقلاً حیدرآباد میں رہتے تھے۔ ۱۲۸۹ھ میں انتقال فرمایا اور بیرون دروازہ یاقوت پورہ، چھاؤنی نادعلی بیگ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے ۳ر فرزند اور ۲ر دختران تھیں۔ فرزندان کے نام یہ ہیں۔ شاہ محمد شمس الدینؒ شاہ رفیع الدین ثانیؒ(۲) شاہ عبداللہ۔

---

(۱) انوار القندھار ص ۶۴۔ (۲) تاج القراء مولانا شاہ محمد تاج الدینؒ انجبی (شاہ رفیع الدینؒ ثانی) کے فرزند شاہ محمد سعید الدینؒ کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کو اپنے والد سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ آپ حیدرآباد کے ان چند گنے چنے لوگوں میں سے تھے جنھوں نے فن تجوید کو رواج دینے میں اپنی زندگی وقف کردی۔ ۲ر جنوری ۱۹۸۶ء م ۲۰ر ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ بروز پنجشنبہ انتقال فرمایا۔ مزار شریف حضرت شاہ شجاع الدینؒ کی گنبد کے شرقی جانب واقع ہے۔ ان سطور کی تحریر کے وقت تک آپ کے چار فرزند شاہ محمد شجاع الدین (مؤلف انوار رفیع) شاہ محمد قیام الدین محسن۔ شاہ محمد عارف الدین۔ شاہ محمد معین الدین ارشد اور ایک دختر فریدہ تاج باحیات ہیں۔ چاروں فرزنداں کو والد سے بیعت و خلافت حاصل ہے۔ فرزند اکبر شاہ محمد علیم الدین انور اور ایک دختر کا انتقال ہو چکا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے انوار رفیع ملاحظہ کی جائے۔

چوتھے فرزند شاہ محمد علیم الدینؒ والد کے انتقال کے وقت ۹ سال کے تھے اوران سے بیعت کر چکے تھے۔ چشتیہ سلسلہ میں حافظ محمد علیؒ صاحب خیر آبادی خلیفہؒ، شاہ سلیمان تونسویؒ نے خلافت عطا کی۔ آپ حیدرآباد ہی میں رہتے تھے۔ ۱۳۱۶ھ میں انتقال کیا۔ والد محترم کے ہم شبیہ تھے۔ آپ کے دو فرزند شاہ غلام جیلانی اور شاہ حفیظ الدین تھے۔

پانچویں فرزند شاہ غلام نقشبندؒ پیرماں صاحب کے بطن سے تھے۔ والد کے انتقال کے وقت ۷/ سال کے تھے اور والد سے بیعت تھی۔ بڑے بھائی شاہ زین العابدینؒ نے خرقۂ خلافت عطا کیا۔ آپ علم و فضل اور نیک نفسی میں شہرت رکھتے تھے۔ بسمت نگر (پربھنی) کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ وہیں ۱۳۱۸ھ میں انتقال کیا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ شاہ شرف الدینؒ، شاہ محمد اصفیاءؒ، شاہ فصیح الدینؒ۔

تالیفات : تاریخی اعتبار سے آپ کی سب سے پہلی تالیف راحت الانفاس (رسالۂ پاس انفاس) ہے یہ رسالہ بزبان فارسی آپ نے حیدرآباد میں ۱۱۹۵ھ میں بہ عمر ۳۱ رسال مبتدی سالکین کے لئے تالیف فرمایا۔ اس میں آپ نے پہلے پاس انفاس کی اہمیت حضرت نجم الدین کبریٰؒ خواجۂ بزرگؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ کلیم اللہؒ جیسے جلیل القدر بزرگوں کے اقوال سے ظاہر کی ہے۔ پھر پاس انفاس کا طریقہ بتلایا ہے۔ آخر میں ختم حضرات رفاعیہ اوراس کی سند بھی بیان کی ہے۔ (یہ رسالہ چھپ چکا ہے)۔

''ثمرات المکیۃ'' یہ آپ کی وہ بلند پایہ تالیف ہے جو مکہ معظمہ میں بعض رویائے صادقہ ومبشرات کی بناء پر ۱۱۹۸ھ میں تحریر کی گئی۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ایک مقدمہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں بیعت کی حقیقت اور مرشدی و مریدی کے شرائط بیان کئے گئے ہیں۔ باب اول میں مختلف اذکار کا بیان ہے۔ باب دوم میں طریقہ قادریہ کے اُصول، شغل اور مراقبات ہیں۔ نیز مسئلہ تجدد امثال د

وحدت الوجود کو بھی بیان کیا ہے۔ باب سوم میں استخارہ، دعائے حیدری، ختم قادریہ اور راتب حداد وغیرہ تحریر کئے ہیں۔ اور کچھ نقوش و تعویذات بھی درج ہیں۔ خاتمہ میں سلوک قادریہ وغیرہ کا خلاصہ ہے۔ یہ رسالہ اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ مشاہیر قندھار دکن (ص ۳۵) میں اس کے بعد تصحیح مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ سے شائع ہونے کا ذکر ہے، جو بعد تحقیق غلط ثابت ہوا۔ کتاب کا نام بعضوں نے "ثمراۃ المکی" (بالف مقصورہ) لکھا ہے اور عجیب اتفاق ہے کہ اس کے اعداد سے ۱۲۴۱ھ برآمد ہوتا ہے جو حضرت مؤلفؒ کا سنہ وفات ہے۔ اس تالیف کے متعدد قلمی نسخے پائے جاتے ہیں جو دو نوع کے ہیں۔ ثمرات المکیہ کلاں اور ثمرات المکیہ خورد۔ ترجمہ کے لئے جو نسخہ پیش نظر رہا وہ خانوادۂ قادری چمن کا ہے، اُس پر سنہ کتابت ۱۲۷۸ھ درج ہے۔ اس کے علاوہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں موجود نسخہ سے بھی مراجعت کی گئی۔ اس نسخہ پر تین مہریں ہیں جن کے سنین ۱۱۹۴ھ، ۱۲۳۲ھ اور ۱۲۹۰ھ ہیں۔ پہلی مہر جو غیر واضح ہے وہ حضرت مؤلف کی معلوم ہوتی ہے اس کو بہ تکلف " الموت خیر الواعظ یا رفیع " پڑھ سکتے ہیں۔ دو مہروں پر نام غلام رحمت اللہ لکھا ہے اور وضاحت کی گئی ہے کہ "ایں رسالہ را مصنف بدست خود نبشتہ است" چوں کہ اس میں اغلاط پائے جاتے ہیں اس لئے مذکورہ وضاحت کسی طرح بھی درست نہیں۔

مولانا قاری شاہ محمد تاج الدینؒ کے ذخیرۂ کتب میں اس کے چھ قلمی نسخے محفوظ ہیں، جن میں کا ایک اہم اور قدیم نسخہ مؤلف علیہ الرحمہ کے خلیفہ حضرت امین الدین کثرتؒ کے قلم سے ہے۔

دیگر قلمی نسخے جن سے مترجم نے مراجعت کی ھے :

(ا) ثمرات المکیہ کلاں مکتوبہ ۱۲۲۵ھ	مملوکہ سالم باوزیر صاحب
(ب) ثمرات المکیہ کلاں	مملوکہ محمد عبداللہ پاشاہ قادری، امام وخطیب مدینہ مسجد رحمت آباد۔
(ج) ثمرات المکیہ خورد مکتوبہ ۱۲۶۴ھ	ترقیمہ : بفضلہٖ تمام شد رسالہ قادریہ موسوم ثمرات المکیہ است در تعلقہ کلگیری متعلقہ ضلع نیلور، غرہ جمادی الاول ۱۲۶۴ھ
(د) ثمرات المکیہ ناقص مکتوبہ ۱۲۳۸ھ	ترقیمہ : ایں کتاب ثمرات المکیہ ...... بتاریخ بیست وہفتم ذی الحجہ ۱۲۳۸ھ روز پنجشنبہ در بلدۂ ناندیڑ در مسجد دربار از دست یکے خدام شاہ موصوف ، اضعف العباد عباداللہ الکریم خواجہ ابراھیم ابن خواجہ شفیع عرف بادشاہ صاحب ابن خواجہ احمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے یکے از خلفائے رحمت اللہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بودند اختتام یافت۔
(۳) رسالۂ سلوک نقشبندیہ (فارسی)	یہ رسالہ آپ نے بمقام سورت ۱۱۹۷ھ میں تحریر کیا۔
(۴) الفیوضات المدینہ (مختصر فی سلوک النقشبندیہ (عربی)	مذکورہ بالا رسالہ کا مولف کے قلم سے ترجمہ ہے۔اس کا قلمی نسخہ جامعہ نظامیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ سنہ کتابت ۱۲۳۷ھ

۵) رسالہ سلوک چشتیہ (فارسی) — سنہ تالیف ربیع الاول ۱۲۰۳ھ بمقام قندھار ۱۲ صفحات کا مختصر رسالہ ہے، جو چھپ چکا ہے۔

۶) انوار القندھار (فارسی) قلمی — سنہ تالیف رجب ۱۲۱۳ھ بمقام قندھار، زیر نظر نسخہ کی کتابت ۱۳۰۵ھ میں ہوئی ہے۔ ابتداء میں طریق چلہ ومراقبہ، ذکر جہر، شغل رفاعیہ کا بیان ہے۔ اس کے بعد قندھار شریف میں مدفون بزرگوں کے تذکرے ہیں نیز حضرت خواجہ رحمت اللہؒ کی مختصر سوانح تحریر ہے اور سب سے آخر میں خود اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔

۷) تذکرۂ نوبہار (قلمی) ۱۲۱۶ھ — ستاون فارسی شعراء کا تذکرہ مع نمونہ کلام ہے۔

۸) تحفۃ البدیع (فارسی قلمی) ۱۲۲۹ھ — سلوک مداریہ پر یہ رسالہ قندھار میں تحریر کیا گیا۔

۹) وظائف الصالحین (قلمی) — متفرق اوراد، اشغال، اعمال اور وظائف کا مجموعہ ہے۔

۱۰) رسالۂ اجازت نامہ (قلمی) — اس میں شجرہ ہائے طریقت جمع کئے ہیں۔ نیز حزب البحر اور دلائل الخیرات وغیرہ کی سندِ اجازت بھی ہے۔

سلسلہ نمبر ۷ تا ۱۰ کے قلمی نسخے قاری شاہ محمد تاج الدینؒ کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

ذوق شعر گوئی : آپ علم عروض سے واقف تھے اور شعر گوئی کا ذوق رکھتے تھے۔ اسم گرامی رفیع ہی تخلص تھا اور قدرت اللہ بلیغ کے شاگرد تھے۔ جب آپ کو مرشد سے نعمت ملی اور خیالات وسیع ہو گئے تو اشعار کو تلف کر دیا۔ محمد غوث والا جاہ نے شعراء کا ایک تذکرہ "صبح وطن" کے نام سے لکھا ہے اس میں آپ کا نام درج ہے۔

خلفاء : صاحب تاریخ قندھار دکن نے آپ کے سولہ خلفاء کے نام دئے ہیں جن میں تین صاحبزادگان شامل ہیں ۔ (۴) مولانا عبداللہ صاحب مکی، نزیل مدینہ منورہ (۵) مولانا شیخ مدار (۶) مولانا میر محمد اویس (۷) مولانا سید شرف الدین ساکن ولانڈی (۸) مولانا غلام جیلانی (۹) نواب محمد فخر الدین خاں شمس الامراء (۱۰) مولانا بخاری شاہ صاحب (اورنگ آباد) (۱۱) حافظ عبدالکریم (۱۲) مولوی سید کبیر (۱۳) مولوی محمد شہاب الدین (۱۴) مولوی حافظ محمد شجاع الدین (یہ آپ کے نواسہ اور مولانا انور اللہ خاں فضیلت جنگ کے والد تھے (۱۵) مولوی جلال شاہ کرنولی (۱۶) مولوی امین الدین کثرت ۔ ۱۱۸۳ھ میں قندھار میں پیدا ہوئے ۔۱۲۶۲ھ میں انتقال کیا ۔ پیر و مرشد کے حالات میں کتاب سوانح الرفیع تالیف کی جو نایید ہے ۔ (۱۷) مولانا حافظ میر شجاع الدین حسینؒ ۔ آپ کے اجل خلفاء میں سے ہیں ۔ سادات علوی ہیں ۔ جد اعلیٰ میر جلال الدین، اکبر اعظم کے دور میں وارد ہندوستان ہوئے ۔ پانچویں پشت میں آپ کے پوتے سید محمد دائم صاحب دکن آئے اور ناصر جنگ کی مصاحبت میں رہے ۔ ناصر جنگ کی شہادت کے بعد برہان پور آگئے ۔ انہی کے فرزند میر کریم اللہ خاں سے حضرت میر شجاع الدینؒ کی ۱۱۹۱ھ میں ولادت ہوئی ۔ کچھ درسی کتب اپنے نانا غلام محی الدین برہانپوری سے پڑھیں اور کچھ دوسرے علماء سے ۔ ۲۶ سال کی عمر میں حج سے مشرف ہوئے ۔ ۱۲۱۶ھ میں برہانپور چھوڑ کر حیدرآباد آگئے ۔ یہاں مولوی عزت یار خاں محدث سے صحاح ستہ کی سند لی ۔ کچھ عرصہ بعد قندھار پہنچ کر حضرت شاہ رفیع الدینؒ کی خدمت میں ۶ ماہ گذارے اور چاروں سلاسل میں بیعت و خلافت حاصل کی ۔ اپنے احوال نہایت مخفی رکھتے ۔ تقویٰ، طہارت، قناعت اور بے نفسی جیسی صفات حمیدہ سے متصف تھے ۔ آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہونے والوں کی تعداد کثیر ہے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہونے والے افراد بے شمار ہیں ۔ فقہ حنفی میں ایک رسالہ ''کشف الخلاصہ'' اور ایک منظومہ عربی میں ''جواھر النظام'' لکھا ۔ اُن کے علاوہ بھی چند رسائل ہیں ۔ ۱۲۶۵ھ میں بعمر ۷۴ سال حیدرآباد میں وفات پائی ۔ مزار شریف کٹہ تالاب میر جملہ (عیدی بازار) میں واقع ہے اور اس پر پرشکوہ گنبد ہے ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ بِکَ نَسْتَعِيْن
رَبِّ يَسِّرْ وَ تَمِّمْ بِالْخَيْر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ وَ صَلَّى اللهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمْ

اَمَّا بَعْدُ فَقِيْرٌ اِلَى اللهِ الْمُعِيْن محمد رفیع الدین ابن محمد شمس الدین ابن محمد تاج الدین عفا اللہ عنہم اجمعین عرض کرتا ہے کہ یہ رسالہ طریقۂ قادریہ عالیہ کے بعض ضروری اشغال اور اعمال کے بیان میں لکھا گیا ہے۔ یہ رسالہ مقدمہ کے علاوہ تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں بیعت اور اسکے لوازم بیان کیے گئے ہیں۔

باب اول میں اس سلسلہ عالیہ کے فروع یعنی ضربات بجہر متوسط یا خفیف بیان کیے گئے ہیں۔

باب دوم میں اس سلسلہ عالیہ کے سلوک کو بیان کیا گیا ہے۔

باب سوم میں اس طریقہ کے مشائخ کے وہ اعمال بیان کیے گئے ہیں جو اسماء الٰہی کی دعوت پر مشتمل ہیں۔ خاتمہ میں بعض فوائد اور ثمرات اور خلاصۂ سلوک کا بیان ہے۔ وَبِاللهِ التَّوْفِيْقِ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

میں نے اس رسالہ کا نام ثمرات المکیۃ رکھا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ میں شبِ جمعہ میں مکہ معظمہ میں حجر اسماعیل میں جسے حطیم کہتے ہیں بیداری اور نیند کی درمیانی حالت میں[1] (بیٹھا ہوا تھا تو) دیکھا کہ کعبہ شریف کی دیوار سے ایک کتاب اور قلم دان برآمد ہوا۔ میں نے خوشی خوشی وہ دونوں چیزیں لے لیں۔ اور اسی وقت ایک بزرگ کی آواز سنائی دی کہ یہ کتاب اور قلمدان حضرت سرورِ کائنات و خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تجھکو عطا ہوئے ہیں۔ مبارک ہو۔

---

۱) دوسرے نسخہ میں ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں بروز جمعہ اپنے بعض مبشرات میں خواب میں دیکھا کہ ------

مقدمہ در بیان بیعت

شیخ کو چاہئے کہ پہلے مرید کی صحت نیت اور صدق حال کو ملاحظہ کرے اس کے بعد خود استخارہ کرے اور مرید سے بھی استخارہ کرائے۔ استخارہ کے بہت سے طریقے ہیں۔ آسان طریقہ یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی حَالِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّد گیارہ (۱۱) بار اور سورۂ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ مع بسم اللہ کے دس (۱۰) بار پڑھے اور دل میں مقصود ومطلوب کی نیت کر کے مذکورہ درود پڑھتا ہوا قبلہ رو ہو کر سو جائے۔ اگر کچھ خوشبو استعمال کرے تو بہتر ہے۔ استخارہ کے بعد اگر دل مطمئن ہو جائے تو یہ استخارہ کی صفائی کی علامت ہے۔ مرید کو تلقین کرنا چاہئے۔ یہ ضروری نہیں کہ خواب میں کچھ نظر بھی آئے جیسا کہ اکثر عوام الناس کا خیال ہے۔ بلکہ (حدیث شریف) اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَ لَوْ اَفْتَاکَ الْمُفْتِیُوْنَ (اپنے دل سے فتویٰ لو اگرچہ مفتی لوگ کیسا ہی فتویٰ دیں) کے حکم کے بموجب دل جس چیز پر جم جائے اس پر عمل کرے۔ اور ارشاد نبوی ﷺ دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ (اس چیز کو چھوڑو جس میں تم کو شک ہو، اور اس کی بجائے وہ چیز اختیار کرو جس میں تم کو شک نہ ہو) کے بموجب کسی کام کے کرنے میں تذبذب نہو اور دل یکسو ہو تو استخارہ کے بغیر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن استخارہ سے سچائی مضبوط ہو جاتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدَمَ مَنِ اسْتَشَارَ (جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہ ہوا، اور جس نے مشورہ کیا اس کو ندامت نہ ہوئی)۔

طریقہ بیعت اول مرید کو حکم دیں کہ (۲) دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اس کا ثواب جناب رسالت مآب ﷺ کو بخشے۔ اس کے بعد مزید دو رکعت پڑھ کر اس کا ثواب، اس سلسلے کے پیر کو بخشے، جس سلسلے میں مرید ہونا چاہتا ہے۔ دونوں دوگانوں میں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ نماز کے بعد مرید کو یہ دعائے استخارہ تعلیم کرے:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ

فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ کُلَّمَا سَاُرِیْدُ اَوْ سَوْفَ اُرِیْدُ مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ آجِلِہٖ، فَاقْدُرْہُ لِیْ وَ یَسِّرْہُ لِیْ، ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ، وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ کُلَّمَا سَاُرِیْدُ اَوْ سَوْفَ اُرِیْدُ مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ آجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ. (حصن حصین)

اکثر بزرگوں کا معمول ہے کہ ہر روز اشراق کی نماز کے بعد ایک دوگانہ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور سورۂ اخلاص کی قرأت کے ساتھ پڑھ کر یہ دعا پڑھتے ہیں۔اللہ کے فضل سے سارا دن نیکیوں میں گذرتا ہے اور برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔دعائے استخارہ کے بعد خطبۂ مسنونہ پڑھے جو یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ نَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاَصْحَابِہٖ وَ سَلَّم ،

اس کے بعد ایمانِ مجمل وایمانِ مفصل پڑھا کر اس کا ہاتھ بطورِ مصافحہ پکڑے اور یہ آیتیں پڑھے:

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْراً عَظِیْماً. (۴۸:۱۰) (۲) ھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ. (۴۲:۲۵) (۳) وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. (۳:۱۰۱) (۴) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحاً قَرِیْباً.

(۱۸:۴۸)(۵) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللهِ تَوْبَةً نَصُوْحاً.(۸:٦٦)(٦)
يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.(۳۵:۵)

ان آیتوں کے پڑھنے کے بعد مرید سے کہے کہ میں تم کو فلاں سلسلہ کی برادری میں لیتا ہوں، کیا تم نے قبول کیا؟ مرید کہے کہ میں نے قبول کیا۔ اور اسی طرح ان کلمات کی (۳) تین مرتبہ تکرار کرے۔ پھر شریعت کی پابندی کرنے اور طریقت پر کاربند رہنے کا عہد لے۔ مرید اس بیعت کو ایسی تصور کرے گویا اللہ سے بیعت کر رہا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللهَ (۱۰:۴۸) اور بیعت کے وقت مرشد کے ہاتھ کو اوپر کے مرشدوں کے واسطوں سے، جو نائب رسول ﷺ ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ سمجھے اور يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (۱۰:۴۸) کے بموجب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ تو گویا کہ حق سبحانہ، جل شانہ، کا دستِ قدرت ہے۔

ید اللہ کی تحقیق: ایک حدیث جس کی سند امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ تک متصل ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ: ہم سے بیان کیا ابوالیمان نے، انہوں نے کہا خبر دی ہم کو شعیب نے انہوں نے کہا، بیان کیا ہم سے ابوالزناد نے اعرج کے حوالہ سے، انہوں نے ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسکو اس کے باپ اور بیٹے سے.......... الخ"۔ آپ کے اس ارشادِ مبارک میں بیدہ سے مراد "قبضۂ قدرت" یا تشبیہ ہے جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ پہلی تاویل اَحکم ہے اور دوسری اَسلم ہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ ہاتھ کی تاویل قدرت سے کی جائے تو تعطیل لازم آتی ہے۔ لہٰذا ایسی چیزوں میں مرادِ الٰہی پر ایمان لائیں اور کھوج لگانے سے باز رہیں۔ تو ہم "ہاتھ" کا لفظ کہتے ہیں اس کی حقیقی مراد کے ساتھ، لیکن وہ ہاتھ مخلوق کے ہاتھ کی طرح نہیں (یہ عبارت قسطلانی کی شرحِ بخاری سے نقل کی گئی ہے)۔

شیخ کا مقام : بیعت کرنے کے بعد مرید پر لازم ہے کہ اپنی تمام حرکات وسکنات اور نشست و برخاست میں شیخ کی رضامندی کو پیشِ نظر رکھے۔ کیونکہ کہا گیا ہے کہ اَلشَّیۡخُ فِیۡ قَوۡمِہٖ کَالنَّبِیُّ فِیۡ اُمَّتِہٖ ، یعنی شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ اس لئے اس کے سامنے آواز اونچی کرنا اور اس کو ایسے نام سے یاد کرنا جس میں اس کی تعظیم نہ ہو، درست نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجۡھَرُوۡا لَہٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَھۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ (۴۹ : ۲)

اور خَیۡرُ الۡاٰبَآءِ مَنۡ عَلَّمَکَ ”یعنی تیرے باپوں میں سب سے اچھا وہ ہے جس نے تجھے تعلیم دی“ کے بموجب مرشد کے حقوق کو اپنے صوری باپ کے حقوق سے زیادہ سمجھے۔ کیونکہ صوری باپ سے ظاہری، فانی اور حیوانی زندگی ملی ہے اور شیخ جو معنوی (روحانی) باپ ہے اور مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کے رتبے کو پہنچ کر بمصداق اَلشَّیۡخُ یُحۡیِ وَ یُمِیۡتُ حیاتِ انسانی جاودانی پر فائز ہوتا ہے۔ امیر المومنین وسلطان العارفین حضرت علیؓ کا ارشاد کہ ”وہ شخص جو دو مرتبہ پیدا نہ ہوا ہو، زمین وآسمان کے ملکوت میں داخل نہیں ہوسکتا“ اس پر دلیل ہے۔ پیر کے روبرو اور اس کے غائبانہ اس کے حکم کی مخالفت اور اس کی عدول حکمی سے احتراز کرے۔ اس کے کتاب وسنت کے موافق افعال واعمال جو دلیل سے قابل ترجیح ہی ہیں، کی متابعت میں دل وجان سے کوشش کرے اور اگر اس کے بعض حرکات و سکنات ایسے ہوں کہ کم فہمی کی بناء انکی وجہ معلوم نہ ہو تو جھٹ سے انکار کی زبان دراز نہ کرے اور یوں کہے کہ وہ رہبر اور راستہ جاننے والے ہیں، اس راستے کی گھاٹیوں کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اگر یہ کام جسکی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی، طریقت کے لئے مضر اور اسکے خلاف ہوتی تو وہ اس پر عمل پیرا نہ ہوتے۔ چنانچہ انہی معنوں میں مرشد معنوی (مولانا جلال الدین رومی) مثنوی میں فرماتے ہیں۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(پاک لوگوں کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس مت کر، اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) ایک جیسے ہیں)

یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ اگر شیخ میں فسادِ عقائد اور عدم سندِ سلوک کا پتہ چلے تو اس شیخ کا انکار کیے بغیر کسی دوسرے درست عقائد اور مستند سلوک رکھنے والے شیخ سے رجوع ہونا ضروری ہے۔ اور اگر پہلا شیخ درست عقائد اور مستند سلوک رکھنے کے باوجود فروعات (ذیلی باتوں) میں غلطی کا مرتکب ہے تو دوسرے شیخ سے رجوع ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ انبیاء میں عصمت بعد از بعثت شرط ہے۔ چنانچہ عقائد نسفی میں انبیاء کی تعریف اس طرح کی گئی ہے :-

" وَ كُلُّهُمْ كَانُوْا مُخْبِرِيْنَ وَ مُبَلِّغِيْنَ عَنِ اللهِ تَعَالٰى لِاَنَّ هٰذَا مَعْنَى النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ صَادِقِيْنَ نَاصِحِيْنَ لِلْخَلْقِ لِئَلَّا تَبْطُلَ فَائِدَةُ الْبِعْثَةِ وَ الرِّسَالَةِ، فَفِيْ هٰذَا اِشَارَةٌ اِلَى اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْكِذْبِ خُصُوْصاً فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِاَمْرِ الشَّرَائِعِ وَ تَبْلِيْغِ الْاَحْكَامِ وَ اِرْشَادِ الْاُمَّةِ، اَمَّا عَمَداً فَبِالْاِجْمَاعِ ۔ وَ اَمَّا سَهْواً فَعِنْدَ الْاَكْثَرِيْنَ ۔ وَ فِيْ عِصْمَتِهِمْ عَنْ سَائِرِ الذُّنُوْبِ تَفْصِيْلٌ ۔ وَهُوَ اَنَّهُمْ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْكُفْرِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَ بَعْدَهُ بِالْاِجْمَاعِ وَ كَذَا عَنْ تَعَمُّدِ الْكَبَائِرِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ خِلَافاً لِلْحَشْوِيَّةِ وَ اِنَّمَا الْخِلَافُ اَنَّ فِيْ اِمْتِنَاعِهِ بِدَلِيْلِ السَّمْعِ اَوِ الْعَقْلِ وَ اَمَّا سَهْواً فَجَوَّزَهُ الْاَكْثَرُوْنَ وَ اَمَّا الصَّغَائِرُ فَيَجُوْزُ عَمَداً عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ خِلَافاً لِلْجُبَائِيْ وَ اَتْبَاعِهِ وَ يَجُوْزُ سَهْواً بِالْاِتِّفَاقِ اِلَّا مَا يَدُلُّ عَلَى الْخِسَّةِ كَسَرِقَةِ لُقْمَةٍ وَ التَّطْفِيْفِ بِحَبَّةٍ، لٰكِنَّ الْمُحَقِّقِيْنَ اشْتَرَطُوْا اَنْ يَّنْتَبِهُوْا عَلَيْهِ فَيَنْتَهُوْا عَنْهُ ۔ هٰذَا كُلُّهُ بَعْدَ الْوَحْيِ ۔ وَ اَمَّا قَبْلَهُ فَلَا دَلِيْلَ عَلٰى اِمْتِنَاعِ الصُّدُوْرِ الْكَبِيْرَةِ ۔ وَ ذَهَبَتِ الْمُعْتَزِلَةُ اِلَى اِمْتِنَاعِهَا لِاَنَّهَا تُوْجِبُ النَّفْرَةَ الْمَانِعَةَ عَنْ اِتِّبَاعِهِمْ فَتَفُوْتُ مَصْلِحَةُ الْبِعْثَةِ، وَالْحَقُّ مَنْعُ مَا يُوْجِبُ النَّفْرَةَ كَعُهْرِ الْاُمَّهَاتِ وَ الْفُجُوْرِ ۔ وَالصَّغَائِرِ الدَّالَةِ عَلَى الْخِسَّةِ ۔ وَ مَنَعَتِ الشِّيْعَةُ صُدُوْرَ الصَّغِيْرَةِ وَ الْكَبِيْرَةِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَ بَعْدَهُ، لٰكِنَّهُمْ جَوَّزُوْا اِظْهَارَ الْكُفْرِ تَقِيَّةً، اِذَا تَقَرَّرَ هٰذَا فَمَا نُقِلَ عَنِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِمَّا يُشْعِرُ بِكِذْبٍ اَوْ مَعْصِيَةٍ فَمَا كَانَ

منقولاً بطريق الآحاد فمردود، وما كان بطريق التواتر فمصروف عن ظاهره إن أمكن وإلا فمحمول على ترك الأولى أو كونه قبل البعثة، وتفصيل ذلك في الكتب المبسوطة" ۔ ترجمہ:-

انبیاء معصوم ھیں : " تمام انبیاء علیہم السلام اللہ کی طرف سے خبر دینے والے اور پیغام پہنچانے والے تھے کیونکہ نبوت اور رسالت کے یہی معنی ہیں۔ نیز وہ سچے اور مخلوق کے خیر خواہ (ناصح) ہوتے تھے، تاکہ بعثت اور رسالت کا فائدہ باطل نہ ہو۔ اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ انبیاء معصوم عن الکذب ہوتے ہیں (یعنی جھوٹ سے بچائے ہوئے ہوتے ہیں)، خصوصاً ان امتوں میں جن کا تعلق شرائع و تبلیغ احکام اور امت کی ہدایت سے ہوتا ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ ان سے عمداً ایسا ممکن نہیں البتہ اکثر کے نزدیک سہواً ممکن ہے۔ اور تمام گناہوں سے ان کے معصوم ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ وہ قبل نزولِ وحی اور بعد نزولِ وحی کفر سے بالاجماع معصوم ہیں۔ اسی طرح جمہور کے نزدیک عمداً گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے بھی معصوم ہیں، برخلاف "حشویہ" کے۔ اور اختلاف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ قبل نبوت معصوم ہونا دلیل سماعی سے ثابت ہے یا عقلی سے۔ سہواً مرتکب کبیرہ ہونے کو اکثر لوگوں نے جائز اور ممکن قرار دیا ہے۔ رہا عمداً صغیرہ گناہ تو یہ جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ برخلاف "جبائی" اور ان کے متبعین کے۔ اور نبوت ملنے کے بعد سہواً صغیرہ کا صادر ہونا بالاتفاق جائز ہے بجز ایسے صغیرہ کے جو خست اور رذالت پر دلالت کرے۔ مثلاً ایک لقمہ کی چوری یا ایک دانہ کے وزن برابر تول میں کمی کرنا۔ لیکن محققین نے یہ شرط لگائی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرمائیں تو اس سے باز آجائیں۔ یہ تفصیل تھی نبوت ملنے کے بعد صغائر اور کبائر کے عمداً ارتکاب سے معصوم ہونے کی، لیکن نبوت سے پہلے کبائر کے صادر ہونے کے امتناع پر کوئی دلیل نہیں۔ معتزلہ کے نزدیک نبوت سے قبل بھی گناہ کبیرہ کا صدور ممتنع ہے، کیونکہ کبیرہ کا مرتکب ہونا لوگوں کے تنفر ہونے کا سبب بنے گا جو نبی کی اتباع سے مانع ہوگا اور بعثت کی غرض و غایت فوت ہو جائے گی۔ انبیاء کے معصوم ہونے کے بارے میں حق یہ ہے کہ ایسی بات ممتنع ہے جو موجبِ نفرت ہو جیسے ان کی ماؤں کا زانیہ ہونا یا ان کا بدکار ہونا نیز وہ صغائر جو خست اور رذالت پر دلالت کرتے ہوں۔ فرقۂ شیعہ ایک طرف نبوت

سے قبل اور بعد نبوت صغیرہ وکبیرہ دونوں کے صدور کو ناممکن قرار دیتا ہے۔تو دوسری طرف تقیہ سے کفر کو بھی جائز قرار دیتا ہے۔ جب یہ بات قطعی ہوگئی کہ حضرات انبیاء نبوت کے بعد گناہوں سے معصوم ہیں تو ان کی وہ باتیں جن سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ جھوٹ یا گناہ کی ہیں انکا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ باتیں خبر واحد کی روایت سے ہیں تو قابل رد ہیں اور اگر تواتر سے ثابت ہیں تو بقدرِ گنجائش تاویل کی جائے گی ورنہ اس کو خلاف اولیٰ پر محمول کیا جائے گا یا پھر ان کا قبل نبوت ہونا سمجھا جائے گا۔مزید تفصیل مبسوط کتابوں میں دیکھی جائے۔"

اولیا محفوظ ھیں : اولیاء (گناہوں سے) محفوظ ہیں۔ان کے اندر گناہ کا امکان ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ (گناہوں پر) اصرار نہیں کرتے۔جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "سارعوا" یعنی جلدی کرو اور آگے بڑھو "اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِنْ رَّبِّكُمْ" (تمھارے رب کی مغفرت کی طرف) دوڑو ان کاموں کی طرف جن سے تم مغفرت کے مستحق بنو جیسے اسلام توبہ اور اخلاص۔نافع اور ابن عامر قراء نے (سارعوا) کو بغیر "واو" کے پڑھا ہے (یعنی جملہ مستانفہ ہے)" وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ " (اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے) یعنی اسکا عرض اس کے عرض جیسا۔اور عرض کا ذکر جنت کی وسعت کے اظہار میں مبالغہ کے لئے بطورِ تمثیل کیا گیا ہے کیونکہ عرض طول سے چھوٹا ہوتا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جیسے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ملا کر (جس قدر ہوتا ہے اس قدر جنت کا عرض ہے) "اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ" (متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے) اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ جنت مخلوق ہے اور اس عالم سے خارج ہے۔" اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ" (وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں) متقیوں کی صفتِ تعریفی یا مدحِ منصوب یا مرفوع ہے۔"فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ "خوشحالی اور تنگدستی میں یا ہر حال میں کیونکہ انسان خوشحالی یا بدحالی سے خالی نہیں ،اپنی استطاعت کے موافق کم یا زیادہ انفاق کرتے ہیں۔ "وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ" (غصہ پی جانے والے) یعنی غصے کو روکنے والے۔جب مشک بھر جاتی ہے اور اس کا منہ باندھ دیتے ہیں تو کہتے ہیں كَظِمَتُ الْقِرْبَةُ اِذَا مَلَاتُهَا وَشُدَدْتُ رَاسَهَا.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس نے (بدلہ لینے کی) قدرت رکھنے کے باوجود غصہ کو تھام لیا، اللہ عزوجل اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ ''وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ '' یعنی بدلہ لینے کے حق سے دست بردار ہونے والے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ایسے لوگ میری امت میں بہت تھوڑے ہیں، سوائے ان کے جنھیں اللہ بچائے رکھے، اور ایسے لوگ پچھلی امتوں میں زیادہ تھے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (یعنی اللہ محسنین کو دوست رکھتا ہے) یہاں (ال) جنس کا ہے، یعنی جس سے جنس احسان صادر ہو اس کو دوست رکھتا ہے۔ اور (ال) عہد کا بھی سمجھا گیا ہے، یعنی مذکورہ صفات والے لوگ ہی محسنین ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً (یعنی وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں) حد درجہ برا کام جیسے زنا، اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ (یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں) یعنی کسی بھی قسم کا گناہ۔ کہا گیا ہے کہ فاحشہ سے مراد گناہِ کبیرہ ہے اور ظلمِ نفس سے مراد گناہِ صغیرہ یا وہ گناہ جو متعدی ہو (یعنی دوسروں کو بھی اس کا اثر اور ضرر پہنچے) برخلاف ظلم نفس کے کہ اسکا اثر و ضرر دوسروں کو نہیں پہنچتا۔ '' ذَكَرُوا اللّٰهَ '' (اللہ کو یاد کر لیتے ہیں) اس گناہ کی سزا کو یاد کرتے ہیں یا اس کے بارے میں (موجود) حکم کو یا اللہ تعالیٰ کے عظیم حق کو یاد کرتے ہیں۔ '' فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ '' (تو اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں) ندامت اور توبہ کے ساتھ۔ '' وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ '' (اور اللہ کے سوا کون گناہوں کی مغفرت کرتا ہے) یہاں استفہام بمعنی نفی ہے یعنی سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے جو گناہوں کو بخشے۔ یہ جملہ معترضہ ہے جس میں ترغیب توبہ، وسعت رحمت و عموم مغفرت اور قبولیت توبہ کا وعدہ ہے۔ '' وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا '' (اور اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے) اور اپنے گناہوں پر طلب مغفرت کئے بغیر نہیں رہتے، جیسا کہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے '' مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً '' جس نے استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر بار اس سے سرزد ہوا ہو۔ '' وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ '' (بحال یہ کہ وہ علم رکھتے ہیں) حال واقع ہوا ہے، یعنی اپنے برے کام کو برا جانتے ہوئے۔ '' اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ '' (یہی وہ لوگ ہیں جن کی جزا اور بدلہ ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت اور خطاپوشی ہے

اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور۔ دیکھو۔ نیک عمل کرنے والوں کو کیا اچھا ثواب اور اجر دیا گیا ہے) یہ عبارت تفسیر بیضاوی سے نقل کی گئی۔

مرید کو یکسو ہونا ضروری ہے :مرید کو اپنے کام ''حصولِ سلوک'' سے غرض رکھنی چاہئے ''خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا کَدَرْ'' ع

متاعِ نیک ہر دکاں کہ باشد بگیرد

(اچھا مال جس دوکان میں بھی ملے لے لینا چاہئے) وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔

انہی معنوں میں مولانا روم فرماتے ہیں:

چوں گزیدی پیرہاں تسلیم شو — ہمچو موسیٰ زیرِ حکمِ خضر رو
صبر کن برکارِ خضرائے بے نفاق — تا نہ گوید خضر رو ھذا فراق
گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن — گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
دستِ او را حق چو دستِ خویش خواند — تا ید اللہ فوق ایدیھم براند
دستِ حق می راند زندہ می کند — زندہ چہ بود جان پائندہ کند

۱) جب پیر کو اختیار کر لیا تو اس کی فرمانبرداری کر جس طرح موسیٰؑ خضرؑ کے تابع رہے۔
۲) اے طالب حق خضر کے کاموں پر صبر کر ورنہ خضرؑ سے تجھ کو جدائی اختیار کرنی پڑے گی۔
۳) اگر وہ لڑکے کو مار ڈالیں تو چپ رہ یا کشتی کو توڑ دیں تو دم نہ مار۔
۴) پیر کے ہاتھ کو اللہ نے اپنا ہاتھ قرار دیکر فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔
۵) دست حق (پیر کا ہاتھ) مردہ دلوں کو زندہ کرتا اور حیات جاوید بخشتا ہے۔

سید العارف باللہ ابو مدینؒ فرماتے ہیں۔

مَا لَذَّةُ الْعَيْشِ الا صُحْبَةُ الْفُقَرَاء | بِطَرْحِهِمْ مَا سِوَىٰ الْمَوْلَىٰ الْكَرِيْمِ وَرَآء
و ذبحهم انفسا ذلت لهم فلذا | هم السلاطين و السادات و الامراء
فاصحبهم و تادب فی مجالسهم | واطلب رضاهم تکن ممن حظی ودنی
واستحضر النفس لا ترکن لما طلبت | وخل حظک مهما قدموک وراء
واستغنم الوقت واحضر دائما معهم | مستغنما خدمة الاستاذ والفقراء

''جینے کا مزہ تو فقراء کی صحبت میں ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے مہربان مولیٰ کے سوا کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور اپنے نفسوں کو جو زیر ہو چکے ہیں قربان کر دیا ہے۔ چنانچہ وہی سلاطین، وہی سردار، وہی امراء ہیں۔ تو انکی صحبت اختیار کر اور ان کی مجالس میں ادب سیکھ، اور ان کی خوشنودی حاصل کرتا کہ تو بھی ان لوگوں میں سے ہو جائے جو دانائی سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ اپنے نفس کو حقیر جان اور وہ جو بھی طلب کرتا ہے اس کی طرف مائل نہ ہو۔ اپنے حصہ سے دستبردار ہو جا جب بھی اس کے لئے تجھے آگے کیا جائے۔ وقت کو غنیمت جان اور ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر رہ (استاد اور فقراء کی خدمت کو غنیمت سمجھتے ہوئے)''

شیخ کے آداب کو ملحوظ رکھنے میں اس قدر غلبہ پیدا کرے کہ دل میں اس کے غیر کا گذر نہ ہونے دے۔ اس فقیر نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ مرید کو اپنے پیر پر اتنا اعتقاد ہونا چاہئے کہ اس وقت روئے زمین پر میرے شیخ سے کامل تر کوئی نہیں ہے تا کہ حقیقی فائدہ حاصل ہو شیخ کے حال میں کچھ بھی تردد ہوا ور شیخ اپنے وقت کا قطب ہی کیوں نہ ہو مرید کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِيهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ.

بیعت کے اقسام

واضح ہو کہ بیعت پانچ قسموں سے باہر نہیں۔

(۱) بیعت اسلام (۲) بیعت ہجرت و جہاد (۳) جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت (۴) بیعت خلافت (۵) بیعت تَمَسُّکْ بِحَبْلِ التَّقْوٰی (یعنی تقویٰ پر جمے رہنے پر بیعت)۔

بیعتِ اسلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ خلفائے راشدین وغیر راشدین کے زمانے میں متروک ہوگئی، کیونکہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں لوگوں کی اکثریت قہر وتلوار کی وجہ سے داخلِ اسلام ہوتی تھی نہ کہ تالیف اور اظہار براہان کی وجہ سے۔ اور غیر خلفائے راشدین کے زمانے میں اس وجہ سے کہ اکثر لوگ ظالم اور فاسق ہوتے تھے اور سنتوں کے قائم کرنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔

بیعت ہجرت و جہاد اور توثّق بالجہاد (یعنی جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت) اسلام کے ابتدائی دور میں تھی۔ جب دین قوی ہوگیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے تو ان امور پر بیعت کی ضرورت باقی نہ رہی۔ لوگ رضا اور رغبت سے جہاد کے وقت جہاد کرنے لگے تھے اور ثابت قدم بھی رہتے تھے۔ اللہ کے فضل سے یہ قیامت تک باقی رہے گی۔

بیعتِ خلافت بھی ارشادِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اَلْخِلَافَةُ بَعْدِيْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً (خلافت میرے بعد (۳۰) تیس سال تک رہے گی) کے بموجب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے عہد کے (۶) چھ مہینوں کو ملا کر باقی رہی اور اس (۳۰ سال کی) مدت کے بعد موقوف ہوگئی، کیونکہ امام موصوف خلافت سے دست بردار ہوگئے تھے جسکا عقائد کی کتابوں میں تفصیلی ذکر ہے۔

بیعتِ تمسک بالتقویٰ بھی خلفائے راشدین کے زمانے میں متروک ہوگئی تھی، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بموجب فرمانِ نبوی ﷺ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَق (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق

کو دیکھا) اور آپ کے جمالِ جہاں آرا کی رویت کے طفیل میں حقائق کا کما حقہ انکشاف ونسبت آگاہی کا ملکہ اس مرتبہ پر پہنچ گیا تھا کہ اس قسم کی بیعت کی حاجت نہ رہی۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم۔ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)۔

خلفائے غیر راشدین کے زمانہ میں بھی بیعتِ تَمَسُّکْ بِحَبْلِ التَّقْوٰی شاید خوف انتشار یا اس کو بیعت خلافت گمان کر کے لوگوں میں فتنہ وفساد برپا ہو جانے کے اندیشہ سے ترک کردی گئی۔ صوفیہ نے اس زمانہ میں خرقہ کو بیعت کا قائم مقام قرار دیا۔ پھر جب خلفائے غیر راشدین کا دور ختم ہو گیا اور فتنہ و فساد کا خوف نہ رہا تو صوفیہ نے بیعتِ تمسک بالتقویٰ کو رائج کیا۔ اور امت مرحومہ کی ترغیب وترہیب کے لئے لسانی وقلبی علوم سے تربیت کی۔ یہ بیعت انشاء اللہ تعالیٰ مہدی موعود کے ظہور تک باقی رہے گی۔ ہمارے پیغمبر ﷺ خاتم النبوۃ ہیں اور مہدیؑ موعود خاتم الولایت ہوں گے۔

صوفیہ کی بیعت : اگر سوال کیا جائے کہ یہ بیعت جو صوفیہ میں متعارف ہے فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے، تو اس کے جواب میں یہ کہنا چاہئے کہ یہ فرض و واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ کیونکہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تقرب ورضائے الٰہی کے لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (۱۸:۴۸) بے شک اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ لیکن اس قسم کی بیعت کو ترک کرنے والے پر گناہ عائد ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ائمہ دین میں سے کسی نے بھی تارکِ بیعت پر انکار نہیں کیا ہے۔ اس لحاظ سے اس پر اجماع ہے کہ بیعت کرنا واجب اور فرض نہیں، اور جو لوگ بیعت کو فرض کہتے ہیں شاید ان کی دلیل یہ آیت ہے: "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ"، (۱۳۶:۴) اے ایمان والو، ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر، اور یہ حدیث کہ طَلَبُ الْحَقِّ فَرِیْضَۃٌ (حق کا طلب کرنا فرض ہے) کیونکہ وصول حق مرشد کامل ومکمل کے بغیر محال ہے۔

اخبار و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ہجرت پر، کبھی ارکانِ اسلام کے قائم کرنے پر، کبھی کفار کے ساتھ جنگ میں ثابت قدم رہنے پر، کبھی اتباعِ سنت و اجتناب بدعت اور اطاعت میں حرص پر بیعت کیا کرتے تھے۔

بعض متعصب لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ بیعت منحصر تھی قبولِ خلافت پر یعنی خلفائے راشدین کے زمانہ تک تھی اور "صوفیہ کی مقرر کی ہوئی" بیعت کوئی چیز نہیں ہے۔ متعصبین کا یہ گمان اور یہ بیان کی ہوئی دلیل کی بناء پر فاسد اور نامسموع قرار پاتا ہے۔ وَمِنَ اللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الرَّفِیْقُ۔ بیعت کی سنت میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفوس میں مخفی امور کا ظاہری افعال و اقوال سے ربط و تعلق رکھا ہے۔ ظاہری افعال و اقوال نفسِ بشری میں پوشیدہ امور کے قائم مقام ہیں۔ ان ہی کے ذریعہ سے انکا علم ہوتا ہے۔ جیسے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق ایک مخفی اور پوشیدہ امر ہے۔ اقرار زبانی کو اسکا قائم مقام کیا گیا ہے۔ اسی طرح توبہ کرنا، گناہوں کا ترک کرنا اور تقویٰ و پرہیزگاری پر قائم رہنا ایک مخفی اور پوشیدہ امر ہے۔ لہٰذا بیعت کو اس کا قائم مقام بنایا گیا۔ بیعت کا حاصل یہ ہے کہ طالب حق مرید گویا شیخ سے درخواست کرتا ہے کہ مجھے حضرت رسالت پناہی ﷺ کے علمِ ظاہری و باطنی کی طرف رہنمائی کیجیے۔ شیخ نے مرید کا ہاتھ پکڑ کر اس سے عہد و پیمان لیا کہ مجھے اپنے مرشدوں کے واسطے سے آنحضرت ﷺ کا جو علم ظاہری و باطنی پہنچا ہے وہ تجھے دیتا ہوں اس شرط پر کہ تُو ثابت قدم رہ کر وفاداری میں کوشش کریگا۔ مرید نے بھی برضا و رغبت عہد و پیمان کیا کہ میں اس کو پورا کرونگا اور عہد شکنی نہ کرونگا۔

مرشدی کے شرائطِ خمسہ: مرشد میں پانچ شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ ان پانچ شرائط کے بغیر اس سے بیعت کرنا جائز نہیں۔ اول یہ کہ شیخ کو کتاب و سنت کا عالم ہونا ضروری ہے۔ (لیکن علم کا) انتہائی اور اعلیٰ درجہ مطلوب نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کے بارہ میں تفسیر مدارک یا جلالین کا مفہوم یاد ہو اور اس کی تحقیق کسی ایسے عالم سے کیا ہوا ہو جو اس کے معانی اور غریب الفاظ، اسباب نزول، اعراب اور قصص وغیرہ جیسے متعلقہ ضروری امور کا علم رکھتا ہو۔ احادیث میں "المصابیح السنہ" کی مثل کوئی کتاب جسکے

معنیٰ و مطلب کی تحقیق سند محدثین اور رائے فقہائے مجتہدین کے مطابق کی ہو۔ شیخ کو حفظِ قرأت میں تکلف کی ضرورت نہیں ہے، نیز سندوں کا حال بھی معلوم کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حدیثِ منقطع اور مرسَل کو بھی قبول کیا ہے، اس لئے کہ مقصدِ اصلی اس یقین کا حاصل کرنا ہے کہ یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہے۔ اور فقہ اور عقائد کے بعض فروع کا علم کافی ہے۔ اصولِ فقہ کا علم، کلام کی باریکیاں، فقہ کے جزئیات کی تحقیق اور فتاویٰ وغیرہ جیسے علوم غریبہ کا جاننا بھی ضروری نہیں ہے۔ شیخ کے لئے مذکورہ علوم کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ بیعت سے غرض امر بالمعروف اور نہی عنِ المنکر، رذایل کا ازالہ کرنا، پسندیدہ باتوں کا اختیار کرنا اور سکینۂ باطن کا حصول ہے۔ لہٰذا جو شخص عالم نہ ہو اس کے بارے میں ان امور کا تصور کیونکر کیا جا سکے گا؟ حالانکہ مشائخ نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ لوگوں سے وہی شخص کلام کر سکتا ہے جس نے علماء اور اتقیا کی صحبت میں ایک طویل عرصے تک رہ کر احادیث اور قرآن کو اخذ کیا ہو اور ان کے آداب سے متاثر ہو گیا ہو اور کتاب و سنت کے موافق حلال و حرام جانتا ہو۔

فقیر مؤلف نے بعض بزرگوں کو دیکھا ہے جنہیں ظاہری علوم حاصل نہ تھے لیکن مرشدوں کی صحبت میں بکثرت رہنے اور نسبت سے واقفیت کا ملکہ رکھنے کی وجہ سے علومِ ظاہری و باطنی کی کوئی باریکی ان سے پوشیدہ نہ رہی تھی۔ یہ اللہ کا فضل ہے ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ غرض اِنَّ اللّٰہَ لَا یَتَّخِذُ وَلِیًّا جَاھِلًا کے بموجب اہلِ دل میں سے کوئی بھی جاہل نہیں اس کا علم یا تو کسبی ہو گا یا وہبی۔

تاہم۔

چو شمع از پئے علم باید گداخت — کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

(علم حاصل کرنے کے لئے شمع کی طرح پگھل جانا چاہئے کیونکہ بغیر علم کے خدا کو نہیں پہچانا جا سکتا)۔

جاننا چاہئے کہ باطنی علم ظاہری علم سے نکلا ہے۔ گویا علم ظاہر بمنزلہ درخت ہے اور علم باطن بمنزلہ ثمر۔ کسی بزرگ نے خوب کہا ہے۔

علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر
کے شود بے شیر مسکہ، کے بود بے پیر پیر

(قدیری)

علمِ باطن مثلِ مسکہ، علمِ ظاہر مثلِ دودھ، دودھ بن مسکہ بنے کیا؟ پیر بن کیونکر ہو پیر؟

دوسری شرط عدالت اور تقویٰ ہے۔ شیخ کو عادل اور متقی ہونا چاہئے۔ پس واجب ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچنے والا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرنے والا ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ شیخ زاہد یعنی تارکِ دنیا ہو اور آخرت کی رغبت رکھنے والا ہو۔ مؤکدہ اطاعتوں کا اور صحیح احادیث میں مذکور اذکارِ ماثورہ کا پابند ہو۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے ہمیشہ دلی تعلق رکھتا ہو، اور نسبتِ یادداشت (جو حق سبحانہ سے دوامِ آگاہی بر سبیل ذوق بہ بے کیفی محض) اس کا ملکہٗ راسخہ بن گئی ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ شیخ امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو، کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس دین کے فضائل میں سے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ (۳:۱۱۰)

پانچویں شرط یہ ہے کہ عرصۂ طویل تک بڑے مشائخ کی صحبت میں رہا ہو اور انکے آداب سے متادب ہو گیا ہو۔ نورِ باطن، سکینۂ قلب اور ترتیب سلوک کے علاوہ ''طریقہ'' کا اجازت یافتہ ہو۔ سنتِ الٰہی اس طور پر جاری ہے کہ آدمی اس وقت تک آزاد نہیں ہوتا جب تک کہ آزاد لوگوں کو نہ دیکھے۔ اسی طرح آدمی علماء کی صحبت میں رہے بغیر عالم نہیں ہوتا، اور اسی پر منحصر نہیں بلکہ تمام صنعتوں کا یہی حال ہے۔

خرق عادات کا صدور شرط نہیں: مرشد کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اس سے خرقِ عادات صادر ہوں۔ کیونکہ کرامت ریاضت کا ثمرہ ہے جو تصفیۂ قلب سے نہیں بلکہ تزکیۂ نفس سے حاصل ہوتا ہے۔ اور تصفیۂ (قلب) سلوک پر موقوف ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص خواجۂ بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوا، اور کئی سال تک رہ کر اپنا مقصد حاصل کیے بغیر واپس جانے لگا، حضرت نے کشفِ باطن سے دریافت کر کے فرمایا کہ تو عرصۂ دراز تک ہماری خدمت میں رہا اور اب اپنا مقصد حاصل کیے بغیر کیوں چلا جارہا ہے۔ وہ شخص سچا تھا، کہنے لگا کہ میں خدمتِ عالی میں بیعت کے لئے آیا تھا لیکن اس مدت میں کوئی امر خارق عادت دیکھنے میں نہیں آیا، مجبوراً دوسری جگہ جارہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا تو نے اس تمام مدت میں ہم سے خلافِ شرع کوئی چیز دیکھی ہے؟ وہ شخص صادق تھا، عرض کیا کہ خلافِ شرع کیا معنی ترکِ مستحب بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا یہ بات خرقِ عادت سے کچھ کم ہے۔ یہ سن کر وہ شخص نادم ہوا اور بیعت کر کے صحبت کی برکت وحسنِ عقیدت سے درجۂ کمال کو پہنچا۔

نیز یہ بھی شرط نہیں کہ مرشد تارکِ کسب معاش ہو کیونکہ یہ خلاف شرع ہے۔ بلکہ مشائخ سے قلیل پر اکتفاء اور شبہات میں پرہیز کی بات نقل کی گئی ہے۔ اور مغلوب الحال لوگ جو ترکِ کسب معاش کرتے ہیں اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ لوگ معذور ہیں۔ ملکۂ نسبت کے حصول کا مقصد آگاہی ہے۔ اس نسبت کے حصول کے بعد کچھ مضائقہ نہیں کہ کسب کرے یا قضاءت یا تدریس یا کسی صنعت وغیرہ کو اختیار کرے یا ترک کسب معاش کرے۔ تمام باتوں کا دارومدار حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات پر ہے (یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ والماب "قول الجمیل" میں ایسا ہی لکھا ہے۔

شرائط مرید: مرید کے لئے بھی تین شرطیں ضروری ہیں:

(۱) اول یہ کہ مرید عاقل ہو تا کہ سلوک وتزکیہ وتصفیہ وغیرہ کے بارہ میں شیخ کی ہدایتوں کو سمجھ سکے۔

(۲) دوسرے یہ کہ بالغ ہو۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

ایک بچہ بیعت کے لئے پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لئے برکت کی دعا فرمائی لیکن بیعت نہ لی۔ بعض مشائخ بچوں کی بیعت کو تبرکاً و تفاؤلاً جائز رکھتے ہیں۔ انکی سند حضرت ابو الطفیلؓ صاحب مجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ آنحضرت ﷺ کی صحبت کی برکت سے پانچ سال کی عمر سے حدیث کی روایت کرتے تھے، مَجَّۃ۔ (مجہ کے معنیٰ ہیں کلی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو الطفیلؓ کے چہرہ پر کلی فرمائی تھی جبکہ وہ کمسن تھے۔ اس لئے وہ صاحب مَجَّۃ کہلائے)۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ مرید کو (بیعت کی) رغبت ہوتا کہ شیخ کی ہدایات کے مطابق مجاہدہ و مراقبہ میں کوشش کرے کیونکہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ کے بموجب کوئی کام بھی بغیر محنت کے نہیں ہوتا۔ اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ مردوں سے بیعت لینے کا طریقہ تھا۔

عورتوں کی بیعت کا طریقہ : اگر عورتوں کو مرید کرنا ہو تو اس کے تین طریقے ہیں۔

اول طریقہ یہ ہے کہ اگر عورت کہلا بھیجے کہ میں بیعت کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں اور بیعت کرتی ہوں تو شیخ کہے کہ میں نے قبول کیا۔ اور اس عورت کے محرم یعنی اس کے باپ، بھائی، بیٹے یا شوہر سے کہے کہ میری طرف سے اس کو فلاں ذکر اور شغل میں مشغول کرو اور ساتھ ہی شجرہ اور دامنی بھی بھیج دے۔ ایسی صورت میں عورت کو شیخ کے گھر آنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب سے زیادہ محتاط طریقہ ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی برتن میں صرف پانی ڈال کر یا صندل گھول کر شیخ اپنا پنجہ اس میں رکھے اور اس برتن کو بیعت کرنے کا ارادہ رکھنے والی عورت کے پاس بھیج دے۔ وہ عورت اپنا پنجہ اس پانی میں رکھے، بس بیعت ہو جائے گی۔ پھر اس عورت کے کسی محرم سے کہے کہ میری طرف سے اس عورت کو فلاں ذکر یا شغل میں مشغول کرو، ساتھ ہی اس علاقہ کے مشائخ کے معمول کے مطابق شجرہ اور دامنی بھیج دے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ بیعت کا ارادہ رکھنے والی عورت ایک کمرے میں بیٹھے اور کمرہ کے دروازے پر پردہ ڈال لے۔ شیخ کمرہ کے بازو بیٹھے اور رومال کا ایک سرا شیخ کے ہاتھ میں اور دوسرا مریدہ کے ہاتھ میں ہو، آیات اور دعائیں پڑھکر دستور کے موافق بیعت کرے۔

باب اول

باب اول

سلسلہ قادریہ کے فروع: ضربات بہ جہرِ متوسط یا بستر۔

ذکر دو ضربی : پہلا ذکر دو ضربی ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ لآ الٰــــہ کو دل سے کھینچ کر سیدھے مونڈھے تک پہنچائے اور اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔اس کے بعد اسی طرح لفظ اَل کو دل سے کھینچ کر سیدھے مونڈھے تک پہنچائے اور اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔اس کے بعد اسی طرح سے اللہُ اللہ اور اس کے بعد اَللہ ھُوْ و ھُوْ کا ذکر مذکورہ کشش کے ساتھ کرے۔بعض لوگ لفظ ھُو کو دل سے کھینچ کر پیٹھ کے پیچھے سے سیدھے مونڈھے تک پہنچاتے ہیں۔اور وہاں سے دوسرے ھو کی دل پر ضرب لگاتے ہیں۔

ذکر ارّہ : اور اگر یا حَیُّ یا قَیُّوْمُ کا ذکر بھی اسی طرح کریں اور دل پر زور سے ضرب لگائیں تو زیادہ تاثیر ہوتی ہے۔اس کو ''ذکرِ ارّہ'' بھی کہتے ہیں۔

دو ضربی ذکر کی تعداد : یہ دو ضربی ذکر تین سو (۳۰۰) دفعہ کرنا چاہئے۔اور ایک ہزار دو سو (۱۲۰۰) مرتبہ کا معمول بنائے تو بہت بہتر ہے۔

ذکر سہ ۳ ضربی :اس کے بعد حلقۂ سہ ۳ ضربی ہے۔جس کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ لا کو ناف سے دماغ تک ماسوی اللہ کی نفی کے ساتھ کھینچے،لفظ الٰــہ کو سیدھے پستان کی طرف لائے اور الا اللہ کی ضرب دل پر لگائے،اور ذاتِ حق کا اثبات کرے۔اس ذکر کو دن اور رات میں جس قدر ہو سکے کریں لیکن ایک ہزار ایک سو (۱۱۰۰) سے کم نہ کرے کیونکہ یہ بہت فائدے دیتا ہے،فنا اور بقا میسر آتا ہے۔

ذکر چہار ٤ ضربی :اس کے بعد حلقۂ چہار ضربی ہے،جس کا طریقہ یہ ہے کہ مربع (یعنی آلتی پالتی مار کر) بیٹھے اور کیماس کی رگ یعنی سیدھی ران کی رگ کو بائیں پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے بازو کی انگلی سے

پکڑے، سیدھا پاؤں بائیں پاؤں کی ران پر رکھے اور دونوں ہاتھوں کے پنجوں کو اسم اللہ کے تصور کے ساتھ دونوں زانو پر رکھے، ٹھوڑی کو زمین پر رکھ کر لفظ لا کو زمین سے اُمّ‌ الدماغ (یعنی دماغ) تک کھینچے، لفظ الٰہ کو سیدھے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کھینچ کر سیدھے ہاتھ کے مونڈھے پر ختم کرے اور اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔

ذکرِ حدادی: اس کے بعد ذکرِ حدادی بتاتے ہیں۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ مربع بیٹھ کر، سانس روک لے، لَآ اِلٰہ کو ناک سے سانس لے کر زمین کی طرف سے کھینچے اور سانس چھوڑتے ہوئے اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔ اور اگر یہ ذکر سر کو گھما کر کریں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ جلسہ میں لَآ اِلٰہ کو سیدھے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کھینچ کر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر سے مونڈھے پر کھینچے، وہاں سے سیدھے مونڈھے پر پہنچائے اور اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔ اس کو ذکرِ جاروب کہتے ہیں۔

ذکرِ عینی: اس کے بعد ذِکرِ عینی (آنکھوں کا ذکر) ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پلکوں کو بند کرتے وقت لَآ اِلٰہَ کا اور اٹھاتے وقت اِلَّا اللہ کا تصور کرے۔ غرض کہ ہر پلک کے جھپکانے میں غافل نہ رہے۔ دوسرے قسم کے ضربات اور جلسات بہت ہیں۔ چنانچہ تحقیق و جستجو سے معلوم ہوا ہے کہ چوراسی (۸۴) جلسے ہیں۔ لیکن جتنا کچھ بھی بیان کیا گیا ہے تمام فضائل کو مشتمل اور فیوضات کا جامع ہے۔

باب دوم

بابِ دوم

طریقہ عالیہ قادریہ کے اصول کے بارے میں جسکو سلوک کہتے ہیں۔

تمام طریقوں میں سب سے پہلا شغل پاسِ انفاس ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ کلمۂ لا الٰہ کو سانس لیتے وقت خیال کے ذریعہ دل سے کھینچ کر انثی تک پہنچائے اور کلمۂ اِلّا اللہ کو وہاں سے سانس کے ساتھ دل پر پہنچائے، جب یہ ذکر جم جائے اور اس کے آثار ظاہر ہوں تو لفظِ اِلّا کو ناف سے کھینچ کر لطیفۂ انثی کے مقام تک پہنچائے، وہاں سے لفظِ اللہ کو ناف تک کھینچے۔اسکے بعد اللہ کو دونوں پاؤں کے انگوٹھوں سے خیال کے ذریعہ لطیفۂ انثی تک پہنچائیں اور لفظ ھُو کو وہاں سے دونوں پاؤں کے انگوٹھوں تک خیال کرے۔اور اسی طرح سے ھُو ھُو کو بھی انہی دونوں مقامات سے تصور کرے۔اور اگر آدمی عالم ہو تو لفظِ ھا ھا کو بھی انہی مقامات سے، مذکورہ طریقے سے، خیال کرے۔ ھا اشارہ ہے غیبتِ حویتِ حق سبحانہٗ جلِ شانہٗ کا ۔

غافل زِ احتیاط نَفَس یک نفس مباش   شائد ہمیں نَفَس نَفَسِ واپسیں بود

(ایک سانس میں بھی سانس سے غافل مت رہ ** شائد کہ وہی سانس بنے آخری سانس)۔قدری

اس کے بعد تین برزخ، اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ بیان کئے گئے ہیں۔ برزخ کا مطلب ہے دو چیزوں کی درمیانی چیز۔یعنی ایک جہت سے اس شئے سے اور دوسری جہت سے اس شئے سے مناسبت رکھتی ہو۔اور دونوں کے درمیان رابط (جوڑنے والی) ہو۔اسی لئے مرشد کے تصور کو بھی رابطہ کہتے ہیں کہ سالک کو "مذکور" سے ربطِ معنوی دیتا ہے۔اور مرشد بہ حیثیت روحانیت اور تجرد مبدءِ فیاض سے استفادہ کرکے بہ حیثیتِ جسمانیت مرید کو فیض پہنچاتا ہے۔کیونکہ استفادہ اور اِفادہ (فائدہ حاصل کرنے اور فائدہ پہنچانے) میں جنسیت (ہم جنس ہونا) شرط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے رسولوں کو نوعِ بشر میں

مبعوث فرمایا نہ کہ نوع ملائکہ میں۔

برزخِ اعلیٰ : برزخ اعلیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ مرید تصور کرے کہ میرا باطن شیخ کا باطن ہے اور میرا ظاہر شیخ کا ظاہر ہے اور شیخ کا ظاہر محمد مصطفیٰ ﷺ کا ظاہر ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا ظاہر حقیقتِ انسانیت ہے جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخ ہے، اور شیخ کا باطن آنحضرت ﷺ کا باطن ہے اور آنحضرت ﷺ کا باطن وحدت ہے جو احدیت وواحدیت کے درمیان برزخ ہے۔ اور یہی تصور مراد ہے صوفیہ رحمہم اللہ کے قول سے جو کہتے ہیں فَنَا فِی الشَّیخ ،فَنَا فِی الرَّسُوْل اور فَنَا فِی اللہ۔ یہ تصور مذکورہ مراتب کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔ مرید کو خلل سے سلامت رکھنے کے لئے یہی قسم ،تصورات کے اقسام میں سب سے اعلیٰ ہے۔ وَاللہُ الْھَادِیْ اِلَی السَّبِیْل۔

برزخِ اوسط : برزخِ اوسط کا طریقہ یہ ہے کہ مرید ذکر ومراقبہ وغیرہ کے وقت تصور کرے کہ اسکا پیر ایک بلند مقام پر اچھی ہیئت اور عمدہ حالت میں بیٹھا ہوا اپنی کامل ہمت سے مرید کی طرف متوجہ ہے۔

برزخِ ادنیٰ : برزخِ ادنیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ مرید تصور کرے کہ اس کے تمام افعال کوحتی کہ کھانا، پینا، سونا، آرام کرنا، یہ سب شیخ کے افعال ہیں۔ یہ طریقہ قریب الوصول ہے لیکن خطرات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرید کو جب بھی اپنے شیخ کے کمال میں تردد لاحق ہوگا اس پر راہ مسدود ہو جائے گی ،نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْھَا۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرماتے ہیں کہ اس گروہ (صوفیہ) کی اصطلاح میں رابطہ شیخ کی صورت کا دل میں جمانا ہے اور سایۂ رہبر، ذکرِ حق سے بہتر ہے۔ یعنی یہ طریقہ ذکرِ حق سے زیادہ نافع ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرید جو عالم سفلی میں گرفتار ہے، عالم علوی سے مناسبت نہیں رکھتا کہ وہاں سے فیض حاصل کر سکے۔ اسکے لئے ایک درمیانی شخصیت چاہئے جس کو دونوں جہتوں پر قابو ہو کہ عالم علوی سے بہرہ مند ہو عالم سفلی کو اس سے فیضیاب کر سکے۔ لہٰذا جو مرید اپنے پیر سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے،

وہ پیر کے باطن سے حصول فیض میں بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

شغلِ ھیمان : اس کے بعد شغلِ ہمیان ہے۔ یعنی صاحب ہمیان کو ہمیان کی طرف بے اختیار توجہ ہوتی ہے، اسی طرح سے حق کی طرف ہمیشہ توجہ ہونی چاہئے تاکہ حضورِ بے غیبت حاصل ہو، اور یہ نقشبندیہ کے نزدیک بمنزلۂ وقوف قلبی ہے۔

تصور اسمِ ذات علی القلب : اس کے بعد اسم ذات کا تصور دل پر جمائے اس طرح کہ قلبِ مجازی کی شکل ایک لال یا سفید کاغذ پر اتار کر اسم ذات کو سونے (کے پانی) یا کسی دوسری چیز سے اس طرح لکھ کر ہاتھ میں رکھے اور اسم ذات کے نقش کو دل پر تصور کرے۔ نیز زبان سے بھی بطور لقلقہ اللہ، اللہ کہتا رہے یہاں تک کہ اسم مبارک دل کے اندر منقش ہو جائے۔ بعض بزرگ اس شغل کے بجائے خیال کے قلم سے اسم ذات کو صنوبری شکل کے مجازی دل پر سونے یا چاندی سے لکھتے ہیں، وَ لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (۲:۱۴۸)

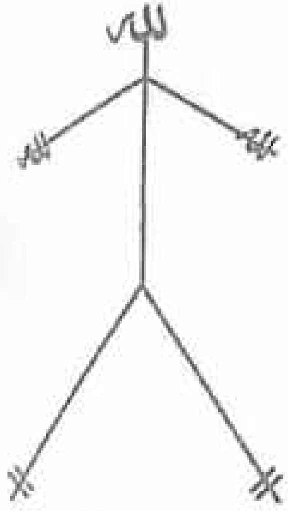

فنا فی اسمِ الذات : جب مذکورہ شغل اچھی طرح مؤثر ہو جاتا ہے تو اسم ذات میں فنا کیلئے فرماتے ہیں۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے اندر لفظِ اللہ کا تصور کرے اس طرح کہ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو، سینے کی ہڈی کو، دونوں ہاتھوں کو اور چہرے کو اس طرح خیال کر کے مشغول رہے، اس شغل کی مشق اس حد تک کرے کہ اپنے تمام بدن کو بلکہ ہر ہر چیز کو اسم ذات سے مصوّر مشاہدہ کرے۔

تصور اسمِ ذات علی الوجود : اس شغل کو قادریہ سلسلہ میں ''تصورِ اسم ذات علی الوجود'' (سارے وجود پر اسم ذات کا تصور) کہتے ہیں، اور نقشبندیہ سلسلہ میں یادداشت کا نام دیتے ہیں۔

تصور اسم ذات علی الآفاق : جب یہ تصور اپنی ذات میں اچھی طرح قائم ہو جائے تو جمادات، نباتات، حیوانات، اشکال اور حروف میں اسم ذات کا مشاہدہ ان اشکال میں کرتے ہیں۔ اس شغل کا نام تصورِ اسم ذات علی الآفاق ہے۔

فنائے عناصرِ اربعہ : اس شغل کی مشق کے بعد شغل فنائے عناصر اربعہ کے لئے فرماتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ عناصر اربعہ یعنی آب، آتش، باد، خاک (پانی، آگ، ہوا، مٹی) اسمائے الٰہی کے مظہر ہیں۔ چنانچہ آب مظہرِ محی (زندہ کرنے والا، جلانے والا) آتش مظہر ممیت (مارنے والا) باد مظہرِ باسط (پھیلانے والا) اور خاک مظہر قابض ہے۔ ان چاروں مظاہر کو نظر سے ہٹا کر مُظہِر (ظاہر کرنے والے) کا اثبات کرے۔ تمام بسائط اور مرکبات کو اسمائے الٰہی میں محو اور فانی خیال کرے، اور مسمّیٰ میں اس قدر استغراق اور انہماک پیدا کرے کہ ماسویٰ کا شعور نہ رہے، اور یہ نقشبندیہ کے نزدیک بمنزلۂ یادداشت مسمّیٰ ہے۔

شغلِ جزءِ لا یتجزیٰ : اس کے بعد شغلِ جزء لَا یَتَجَزّیٰ تعلیم کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے جسم کو جو عناصرِ اربعہ کا مجموعہ ہے، خیال سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جزء لا یتجزیٰ تک (یعنی اتنا چھوٹا ٹکڑا جس کے مزید ٹکڑے نہ ہو سکیں) پہنچائے۔ اور صرف مجرد جوہر روحِ بے کیفِ الٰہی کے تصور میں مشغول ہو، اللہ کے فضل سے تھوڑی سی مدت میں جسم کا روح سے تجرد (علیحدہ ہونا) عین اتصال کے باوجود حاصل ہوتا ہے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو خلعِ بدن کہتے ہیں۔ اس شغل کے ثمرات کے حصول کے بعد "عروج و نزول" کے شغل میں مشغول ہونا چاہئے۔

شغل عروج و نزول : شغلِ عروج و نزول کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ کہ مرشد کا تصور ذہن میں حاضر کرے اور اسم اللہ کو شدت کے ساتھ ناف سے کھینچ کر منہ تک پہنچائے۔ اور دونوں آنکھیں کھول کر سانس چھوڑتے ہوئے لفظ کَلِیمٌ کا تصور کرے، اس کے بعد اس طرح لفظ اللہ کے مد کو ناف سے کھینچ کر کان تک پہنچائے اور آنکھیں کھول کر سانس چھوڑتے ہوئے لفظ سَمِیعٌ کا تصور کرے، پھر لفظِ اللہ کے مد کو ناف سے کھینچ کر دونوں آنکھوں تک پہنچائے اور سانس چھوڑتے ہوئے اسمِ بَصِیرٌ کا تصور کرے یہ عروج ہے۔

اس کے بعد اسم جلالہ (اللہ) ناف سے کھینچ کر بَصِیرٌ کے تصور کے ساتھ آنکھوں تک لائے اس کے بعد سَمِیعٌ کے تصور سے کانوں تک، اس کے بعد کَلِیمٌ کے تصور سے منہ تک دونوں ہونٹوں

کے درمیان ختم کرے۔ اس کو نزول کہتے ہیں، اس عروج و نزول میں اختیار ہے کہ حبس دم کرے یا نہ کرے، کسی بزرگ نے اس شغل کو اس شعر میں باندھا ہے۔

برزخ و ذات و صفات و مدّ و شد و تحت و فوق — می نماید عاشقاں را کل نفس ذوق و شوق

برزخ و ذات و صفات و مدّ و شدّ و تحت و فوق — دیتے ہیں ہر سانس میں یہ عاشقوں کو ذوق و شوق

(اوپر کے اشعار میں) برزخ سے مراد تصورِ مرشد، ذات سے مراد اسم جلالہ، اللہ۔ صفات سے مراد امہاتِ صفات یعنی کلام، سمع، بصر، مد سے مراد جلالہ کی ناف سے کشش اور شد سے مراد کشش میں شدت ہے۔

شغل سہ پایہ: اسی شغلِ عروج و نزول کو شطاریہ سلسلے میں (باعتبارِ برزخ، ذات اور صفات) شغلِ سہ ۳ پایہ کہتے ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک شغلِ سہ ۳ پایۂ امہاتِ صفات یہ ہے کہ بے شرع (یعنی شرع کی سند کے بغیر) کلام نہ کرے کیونکہ حق تعالیٰ سنتا ہے، غیر شرعی کام نہ کرے کیونکہ حق تعالیٰ بصیر ہے اور اپنے دل کو امورِ غیر شرعیہ میں مشغول نہ کرے کہ حق تعالیٰ علیم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنی صفتِ کلام کو حق تعالیٰ کی صفتِ کلام کا مظہر سمجھے، اپنی صفتِ سمع کو مظہرِ صفتِ سمع حق تعالیٰ سمجھے اور اپنی صفتِ بصر کو مظہرِ صفتِ حق تعالیٰ سمجھے۔ اس کے بعد (ان) تینوں صفات کو ایک ساتھ تصور کر کے ذاتِ مطلق (حق سبحانہٗ) کا تصور کرے۔ وہ ذاتِ مطلق جو تمام اشیاء کو محیط ہے ان صفات سے متصف ہے۔ اور احاطہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (۴۱:۵۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص تعلق ہے، جس کو علمائے راسخین جانتے ہیں۔ مثنوی۔

اتصالے بے تکیّف بے قیاس — ہست ربّ النّاس را با جانِ ناس
ناس گفتم من و لے نسناس نے — ناس غیر از جانِ جاں آشناس نے
ناس مردم باشد و کو مردمی — تو سرِ مردم ندیدستی دُمی

''لوگوں کے پروردگار کا لوگوں کی جان سے جو تعلق ہے وہ بے کیف اور بے قیاس ہے۔ یعنی اس کو

الفاظ سے تعبیر کرنا ممکن نہیں، تعلق کا یہ فیض صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جو اپنی حقیقت میں آدمی ہیں یعنی صاحبانِ عرفان ہیں نہ کہ عام آدمی جو بن مانس کی طرح مرتبۂ حیوانی میں ہی پڑے ہوئے ہیں۔ ناس تو آدمیت رکھنے والا آدمی ہے تم جو جسم میں ہی پھنسے ہوئے ہو اس لئے اس شخص کو ہی آدمی کہتے ہو جسکی صورت آدمی جیسی ہو، تمہارے پیشِ نظر اس کی حقیقت نہیں اس لئے تم بمنزلہ دُم ہو۔"

شغل هفت گام : اس کے بعد شغل ہفت گام یعنی (سات قدم) مراتب میں عروج ونزول کے ساتھ ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اعتقاد کرے کہ تمام اشیاء جو ناسوتی ہیں وہ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام کی صفات سے متصف ہیں۔ خیال کرے کہ ناسوت صورتاً خود مُظہر ہے اور وہ ملکوت ہے۔ پھر خیال کرے کہ ملکوت خود مُظہر کی صورت میں ہے یعنی جبروت۔ پھر خیال کرے کہ جبروت خود مُظہر کی صورت میں ہے یعنی لاھوت۔ پھر خیال کرے کہ لاھوت خود مُظہر کی صورت میں ہے یعنی ھاھوت۔ پھر آنکھیں بند کر کے پوری توجہ سے ھاھوت کا تصور کرے یہاں تک کہ اس کی صورت حاصل ہو۔ جب بھی ھاھوت کی صورت حاصل ہوگی عروج میسر آئے گا۔ اس کے بعد مراتب نزول شروع کرے۔ تصور کرے کہ ھاھوت اصل اور لاھوت کا باطن ہے اور لاھوت اصل اور جبروت کا باطن ہے، اور جبروت اصل اور ملکوت کا باطن ہے، اور ملکوت اصل اور ناسوت کا باطن ہے، اس عمل کو مسلسل کرتے رہنا چاہئے تاکہ فنائے تام اور عمومی استغراق حاصل ہو۔

مخفی نہ رہے کہ ناسوت سے مراد عالمِ شہادت ہے جو محسوس ہوتا ہے، ملکوت سے مراد عالمِ ارواح وانوار ہے، جبروت سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، لاھوت کنایہ ہے مرتبۂ ذات مع تنزیہ اور ھاھوت اشارہ ہے ذاتِ بحت، منقطع الاشارہ اور مجہول الکیفیت سے۔ سالک ان منزلوں کو سیرِ کیفی سے طے کرتا ہے۔ یعنی ادنیٰ کیفیت سے اعلیٰ کیفیت کی طرف دوڑتا ہے۔ اور علمِ اسفل سے علمِ اعلیٰ کی طرف چلتا ہے، یہ سیر اینی یعنی مکانی نہیں ہے۔

شغلِ عروج ونزول اس طرح بھی کرتے ہیں:۔

عروج : ہم خاک ہوگئے، خاک آب ہوگئی، آب، باد ہوگئی، باد آتش ہوگئی۔ نور بسرّ ہوگیا، بسرّ خدا ہوگیا، ہم خدا ہوگئے۔

نزول : خدا بسرّ ہوگیا، بسرّ نور ہوگیا، نور آتش ہوگئی، آتش باد ہوگئی، باد آب ہوگئی، آب خاک ہوگئی، ہم خاک ہوگئے۔

عروج ونزول کے شغل کو شغلِ مبداء ومعاد بھی کہتے ہیں اور یہ سلسلۂ قادریہ کے بڑے اشغال میں سے ہے۔ بعض حضرات عروج ونزول کو اس شکل سے ظاہر کرتے ہیں۔

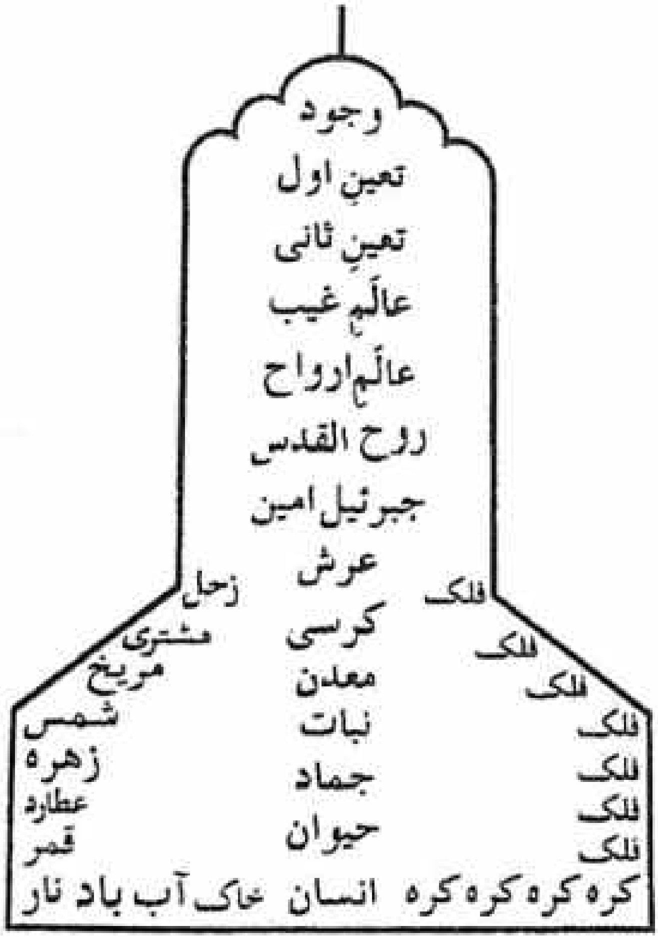

جب مراتبِ عروج ونزول سے فارغ ہوجائے تو مراقباتِ ستہ ۶ کرے۔

مراقبہ اوّل : اول مراقبہ اللّٰہُ شاھدی، اللّٰہُ ناظری اللّٰہُ معی اینما کنتُ (اللہ میرا شاہد ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ میرے ساتھ ہے، میں جہاں کہیں رہوں) اس مراقبہ کی اتنی مشق کرے کہ مشہود اور محسوس ہو جائے اور کسی لمحہ جدا نہ ہو۔

مراقبہ دوم : دوسرا مراقبہ" زجر و توبیخ نفس "یعنی دل کی زبان سے اپنے آپ کو مخاطب کرے اور کہے کی این انت من القوم الذین ھَمُّھُمْ ھَمٌّ واحدٌ وَ ھُوَ الْحَقُّ عَزَّ وَ جَلَّ (تو کہاں ہے ان کے مقابلے میں جن کو ایک ہی دھن ہے اور وہ حق عز و جل ہے) اور وہ جماعت صوفیہ کی ہے، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

مراقبہ سوم :تیسرا مراقبہ فَنَاءُ الطَّاعَۃِ وَ الْمَعْصِیَۃِ (فرماں برداری اور نافرمانی کا مراقبہ) یعنی ہر طرح سے اپنی ہستی کی فناء میں کوشش کرے اور کسی چیز میں خود کو مستقل نہ سمجھے۔ رباعی۔

بد کردم و اعتذار بدتر ز گناہ　　زیرا کہ درو ہست سہ ۳ دعوائے تباہ
دعوائے وجود و دعوائے قوت و فعل　　لا حول ولا قوۃ الا باللہ

ترجمہ

میں نے کی کیسی برائی، عذر بدتر از گناہ　　تین دعوے میں نے کر ڈالے کریں گے جو تباہ
دعویٰ اپنے ہونے کا، پھر دعویٰ قوت و فعل　　حول اور قوت کا سرچشمہ تو ہے ذاتِ الٰہ
(تدیری)

مراقبہ چہارم : چوتھا مراقبہ فنائے افعال ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تمام چیزوں میں خواہ خود میں ہوں یا اپنے سوا میں ان کی حرکت اور سکون کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، اور کسی بھی حرکت اور سکون کی غیر کی طرف نسبت نہ کرے۔ جب بھی اس شغل میں ملکہ حاصل ہو گا شرکِ خفی سے چھٹکارا پائے گا۔

مراقبہ پنجم : پانچواں مراقبہ فنائے وجود کا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے

غیر کو فانی اور نابودِ کلی (بالکل نیست) سمجھتے ہوئے واحدِ حقیقی کے وجود کا اثبات کرے۔ اور تمام اعمال کو جو وجود کی شاخ ہیں اس کی طرف منسوب کرے۔

مراقبہ ششم : چھٹا مراقبہ تسلیم ہے، جو اس طرح ہے کہ اپنے دل کو خستہ کھجور تصور کرے اور یہ سمجھے کہ وہ ایک مسطح مقام پر پڑا ہوا ہے جسے بارش کی ٹھنڈک اور آفتاب کی حرارت سے کوئی روک نہیں ہے۔ بارش اور آفتاب سے مراد صفتِ جمال وجلال ہے جیسا کہ ارشاد ہے، اِنَّ قُلُوْبَ بَنِی آدَمَ بَیْنَ اَصْبَعَیْنَ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ یَعْنِی صِفَتَی الْجَلَالِ وَ الْجَمَال ۔ (بنی آدم کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں ان کو جیسا چاہتا ہے اُلٹ پلٹ کرتا ہے یعنی صفاتِ جلال و جمال سے۔

یہ چھ ٦ مراقبات نقشبندیہ کے لطائفِ ستہ جیسے ہیں۔

ذکر سلطان : ان مراقبات کے بعد ذکرِ سلطان کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے دونوں کانوں کو بند کریں، دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں سے دونوں آنکھوں کو اور بیچ کی دونوں انگلیوں سے ناک کے نتھنوں کو اور باقی دو انگلیوں سے اپنے منہ کو بند کر کے پاشنہ یعنی ایڑیوں پر بیٹھیں اور اسمِ مبارک اللہ کو سر سے پاؤں تک ملاحظہ کرتے ہوئے تمام بدن پر ضرب لگائیں۔ اور ایک نشست میں سو (١٠٠) بار تک پہنچائیں، امید ہے کہ تھوڑی مدت میں توحیدِ وجودی مکشوف ہو جائے گی جو تجلیات اور انوار اس ذکر میں مکشوف ہوتے ہیں کسی اور شغل مین نہیں ہوتے۔ اس ذکر کا حال بھی نقشبندیہ کے ذکرِ سلطان جیسا ہے۔

صوت سرمد : اور اگر فقط دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں سے دونوں کانوں کے سوراخ کو بند کرے تو دماغ میں آبشار جیسی آواز آئے گی، اس کے سننے میں منہمک ہو جائے۔ اس سے محویت اور فناء حاصل ہوگی۔ اس آواز کے قائم ہو جانے کے بعد تھوڑا تھوڑا انگلیوں کو ہٹائے۔ انگلیوں کو نکال دینے کے بعد بھی پہلے کی طرح آواز سنائی دے گی۔ اس سے بہت حرارت اور شوق و مستی و بے خودی میسر آئیگی۔ اس شغل میں کشف اور عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔ اس شغل کو صوتِ سرمد اور صوتِ لم یزالی کہتے ہیں۔ اور یہ

کرامت والوں اور استدراج والوں میں مشترک ہے کیونکہ اکثر جوگیوں کو اس سے استدراج حاصل ہوا ہے، جوگی اسکو "انہد گرم" کہتے ہیں۔

صور متخیلہ : اس کے بعد صُور متخیلہ ہیں جو احاطۂ علمی اور بندۂ مقید سے حق کی اقربیت کو سمجھانے کے لئے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک سے فرمائیں کہ کسی شخص کی صورت کو اپنی قوتِ متخیلہ میں تصور کرے اور حالتِ نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ سے ہوتے ہوئے مرتبۂ کمال کو پہنچائے، اور اس کو بھی بطناً بعد بطنٍ بے شمار نتائج سے بہرہ ور کر کے تمام اجزا پر مسلسل توجہ رکھے اور یقین کے ساتھ بے کیفی محض کا تصور کرے۔ جس طرح اس شخص کو صور متخیلہ سے یعنی ان صورتوں سے جنکو اس کا ذہن تراشتا ہے، قرب و معیت و احاطت بے کیف ہے، اسی طرح حق سبحانہٗ تمام ممکنات عالم امر و عالم خلق سے احاطت و معیت اور قربیتِ بے کیف رکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (۶۵:۱۲) اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (۵۴:۴۱)

شغل قواریر : اس کے بعد شغلِ قواریر (یعنی شیشوں کے شغل) کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وجودِ مطلق کو مثلِ آفتاب کے، اور جمیع ممکنات کو مثلِ رنگین شیشوں کے جو آفتاب کے مقابل رکھے ہوئے ہیں تصور کرے۔ یہ تمام رنگین شیشے اسی ایک نور سے روشن ہیں اور وہ نور ہر شیشے میں اس کے رنگ کے مثل ظہور کیا ہوا ہے۔ اسی طرح وجودِ مطلق کو موجودات کی ہر چیز میں سرایت کیا ہوا دیکھے، اور وجودِ غیر سے نظر اٹھالے، اور دوسرے کو موجود نہ سمجھے۔

تصورِ بصیر : اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اسمِ بصیر کو اس شکل میں تصور کرے۔ بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔ اگر اس شکلِ بصیر کو تین دن تنہائی میں بیٹھ کر اس کو شب و روز دیکھتا رہے اور سوائے فرائض و واجبات و سنن ادا کرنے کے، کوئی اور کام نہ کرے تو نظر میں ایسا اثر پیدا ہوگا کہ جس پر بھی نظر پڑے گی وہ بیہوش ہو جائے گا۔

یہ شغل اکثر اکابر چشتیہ کا معمول رہا ہے کیونکہ اس سلسلہ میں زیادہ تر توجہ نظر سے دیجاتی

ہے۔ جبکہ طریقۂ قادریہ ونقشبندیہ میں توجہ قلب سے کی جاتی ہے۔

طریقہ توجہ : قلب سے توجہ کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کو اپنے مقابل بٹھائے اور اس کو حکم دے کہ اپنے دل کو تمام خواطر سے فارغ کرے اور شیخ اپنی ہمت سے متوجہ ہو، یہاں تک کہ ظلمانی اور نورانی حجاب اٹھ جائے۔ بعض حضرات اپنی پوری ہمت سے اپنے دل کو مرید کے دل پر خیال سے مساس سے کرتے ہیں۔ اس سے مرید کا دل مرشد کے جذبات کے اثر سے متاثر ہو جاتا ہے اور تجلیات قلبی کے انوار منعکس ہوتے ہیں۔ اور اگر شیخ کامل اپنے خیال اور پوری توجہ سے مرید کے حال پر توجہ کر کے اپنے دستِ ہمت سے مرید کا دل چاک کرے اور اس کو کدوراتِ بشری اور خباثتِ طبعی سے پاک وصاف کر کے حکمت اور نورِ معرفت سے بھر دے تو یہ اَولیٰ اور اَنسب ہوگا۔ توجہات میں یہ سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب.

شغلِ نصیرا و محمودا : اس کے بعد شغلِ ''نصیرا ومحمودا'' کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حبسِ دم کر کے نتھنوں پر یا دونوں ابروؤں کے درمیان نظر کو قائم کرے اور دل سے مشغول ہو جائے۔ جس قدر کہ پلک نہ ماریگا اسی قدر فائدہ ظاہر ہوگا۔ اور خطرہ بندی اور حضورِ بے غیبت حاصل ہوں گے۔

نقشبندیہ حضرات ''نصیراً ومحموداً'' کو نماز میں ادا کرتے ہیں چنانچہ نظر کو قیام میں سجدے کی جگہ، رکوع میں دونوں پاؤں کے انگوٹھوں پر اور سجدہ میں ناک کے دونوں نتھنوں پر اور تشہد میں سینے پر رکھتے ہیں، یہ طریقہ افضل ہے کیونکہ شریعت اور طریقت دونوں کا جامع ہے۔ اور اگر ''نصیرا'' میں جلسہ میں اقعاء الکلب (کتے کی سرین پر بیٹھک) کی طرح بیٹھے تو بہتر ہے۔

شغل آفتاب : شغلِ آفتاب کو اس طریقہ پر کرنا چاہئے کہ آفتاب طلوع ہونے کے ابتدائی ساعتوں میں آفتاب پر نظر قائم کرے، کئی خطوطِ شعاعی پیدا ہونگے، ان خطوطِ شعاعی کو کثرت اعتباری عارض کے مانند اور آفتاب کو بہ منزلہ وجودِ مطلق سمجھ کر ذاتِ حق تعالیٰ میں محو اور فانی ہو جائے۔ لیکن اس شغل کو بہت زیادہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ آنکھیں متاثر ہو جائینگی۔

افنیہ ثلاثہ : اوپر بیان کئے ہوئے اشغال سے فارغ ہونے کے بعد افنیہ ثلاثہ (تین قسم کی فناء) کی تعلیم دی جاتی ہے:۔

فنائے افعال : اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے اور دوسروں کے افعال کو واجب الوجود کے افعال کا مظہر سمجھے، اور ہر چیز کا اسی کو محوّل (حرکت دینے والا، پھرانے والا) سمجھے، یہاں تک کہ اپنے اور غیر کے افعال پر سے سالک کی نظر اٹھ جائے۔ اور حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ کا یہ قول صادق آئے کہ "لَا فِعْلَ لِلعَيْنِ بَلِ الْفِعْلُ لِرَبِّهَا فِيهَا فَاطْمَانَتِ الْعَيْنُ عَنْ اَنْ يُضَافَ اِلَيْهَا فِعْلٌ" (فعل کسی نفس کا نہیں بلکہ اس کے پروردگار کا ہے، تو نفس اس پر مطمئن ہے کہ فعل کی اضافت اس کی طرف کی جائے)۔ یعنی شخص کا فعل عین حق کا فعل ہے۔

مثنوی۔

ما ہمہ شیراں و لے شیرِ علَم حملہ شاں از باد باشد دم بدم
حملہ شاں پیدا و نا پیداست باد ہر کہ نا پیدا ست ہر گز کم مباد

ہم شیر ہیں لیکن پرچم کے شیر ہیں، پرچم کے شیر کا حملہ دم بدم ہوا کے چلنے سے ہے۔ یہ شیر حملہ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں لیکن ہوا نظر نہیں آرہی ہے، جو چیز ظاہر نہیں ہے وہ ہرگز کم نہ ہو۔

جب یہ فنا خوب راسخ ہو جائے تو فنائے دوم یعنی فنائے صفات کی تعلیم دیتے ہیں۔

فنائے صفات : اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنی سات صفات یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ، کلام، سمع اور بصر کو حق سبحانہٗ کی صفات کا مظہر سمجھے۔ اور اس کی اس حد تک مشق کرے کہ جو کچھ دیکھے اسی سے دیکھے اور جو کچھ سنے اسی سے سنے، اسی طرح تمام صفات کو قیاس کرے۔ اسوقت سالک اس حدیثِ قدسی کا مصداق ہو جائیگا: مَا زَالَ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ وَ يَدَهٗ وَ رِجْلَهٗ فَبِيْ يَسْمَعُ وَ بِيْ يُبْصِرُ وَ بِيْ يَبْطِشُ وَ بِيْ يَمْشِيْ (بندہ نوافل

کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوجاتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اسکی سماعت، بصارت، اور ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں تو وہ مجھ سے سنتا، مجھ سے دیکھتا، مجھ سے پکڑتا اور مجھ سے چلتا ہے) اسکو قربِ نوافل کہتے ہیں۔

قربِ نوافل : جاننا چاہئے کہ بے کیف قربِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں: (۱) قربِ فرائض (۲) قربِ نوافل۔ قربِ نوافل اس مرتبہ کو کہتے ہیں جس میں بندہ فاعل ہوتا ہے اور حق سبحانہٗ آلہ، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیثِ قدسی میں آیا ہے۔

قربِ فرائض : قربِ فرائض اس مرتبہ کو کہتے ہیں جس میں حق تعالیٰ وتقدس فاعل ہوتا ہے اور بندہ آلہ، چنانچہ آیت وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (۸:۷) (یعنی اے محمد ﷺ، آپ نے نہیں پھینکا جب کہ آپ نے پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا)۔ سے ظاہر ہے، یعنی سرورِ کائنات علیہ السلام (کے دستِ مبارک) سے رمی کے عین صدور کے وقت (یعنی پھینکنے کے وقت) حق سبحانہٗ جل شانہٗ نے آپ کے کنکریاں پھینکنے کی نفی فرمائی۔ اور فرمایا کہ "اے محمد ﷺ جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ حق تعالیٰ نے پھینکیں۔ کیونکہ آپؐ آلہ تھے اور میں فاعل تھا اور افعال کی نسبت حقیقت میں فاعل کی طرف ہوتی ہے اور مجازاً آلہ کی طرف، صوفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ قربِ فرائض کا مرتبہ قربِ نوافل سے افضل ہے۔ کیونکہ قربِ فرائض میں فاعل حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہے اور قربِ نوافل میں بندہ فاعل ہے اور حق تعالیٰ کی فاعلیت بندہ کی فاعلیت سے افضل ہے۔ چنانچہ مولانا نے مثنوی میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ مثنوی۔

ما رمیت اذ رمیت گفت حق　　　کارِ حق برکارِ ما دارد سبق

حق نے فرمایا "جب آپ نے پھینکا تو آپ نے نہیں پھینکا" حق تعالیٰ کا فعل ہمارے کام پر سبقت رکھتا ہے۔

فنائے ذات : اس فناء کے حصول کے بعد تیسری فناء کی تعلیم دیتے ہیں جو فنائے ذات ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ سالک خود اپنی ذات کو اور دیگر تمام ذوات کو مظہرِ حق سمجھے اور اس تصور میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ تمام ذوات اس کی نظر سے اٹھ جائیں اور اس کی نظر میں سوائے ایک ذات کے کچھ دکھائی نہ دے۔

فنائے آفاقی : بعض حضرات کے پاس فنائے آفاقی بھی ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ بموجب کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (۸۸:۲۸) (ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے) خود اپنے آپکو اور تمام چیزوں کو بصیرت کی نگاہ سے اٹھا کر واحدِ حقیقی کی ذات کا اثبات کرے۔اس تصور میں اس قدر مبالغہ کرے کہ وہ ذاتی ہو جائے اور کسی چیز سے بھی زوال پذیر نہ ہو۔

فناء و بقاء کا مفہوم : مخفی نہ رہے کہ فناء کا مطلب یہ ہے کہ سالک کے باطن پر ہستی حق کے ظہور کے غلبہ سے،اشیاء سے مطلق ذُہول (کامل غفلت) ہو جائے۔بعض کہتے ہیں کہ اگر اس بے شعوری کا علم ہو تو اسکو فناء کہتے ہیں اور اگر بے شعوری کا علم برخاست ہو جائے تو فناء الفناء کہتے ہیں۔لیکن یہ بات معتبر نہیں،جیسا کہ حضرت جامیؒ نے ''لوائح'' میں وضاحت کی ہے کہ فناء الفناء کا مرتبہ فناء میں ہی شامل ہے کیونکہ صاحبِ فناء کو اگر فناء کا شعور رہے تو وہ صاحبِ فناء نہ رہے گا۔صفت فناء اور اس کا موصوف دونوں ماسوئ حق ہیں۔لہٰذا اسکا شعور فناء کے منافی ہے،فناء کو جمع الجمع اور عین الیقین بھی کہتے ہیں،اور بقاء کا مطلب اشیاء کا علم بطورِ مظہریت اور عینیت ہے۔یہ حق الیقین کا مقام ہے۔صوفیہ کی اصطلاح میں علم الیقین یہ ہے کہ شئے کا علم خبر متواتر سے حاصل ہوا ہو اور کسی کے شک ڈالنے سے زائل نہ ہو۔اور عین الیقین وہ علم ہے جو شئے کو دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔اور حق الیقین یہ ہے کہ اس شئے کا عین ہو جائے۔

ان اشغال سے فارغ ہونے کے بعد اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو کر قلب حقیقی نورانی سے جسکو قوت دَرّاکہ کہتے ہیں،ذات بے چوں و بے چگوں و بے کیف محض و بہ بے رنگئ خالص کا تصور کرے یہاں تک کہ غیب جو عین الکافور اور مقام تقدیس ہے کی راہ پالے۔اور اس میں خود کو اسقدر مضمحل اور مستہلک

کرے کہ ذاکر و ذکر درمیان سے اٹھ جائے اور سوائے مذکور کے کچھ باقی نہ رہے۔ قادریہ و نقشبندیہ سلسلوں میں یہ شغل آخری شغل ہے، البتہ قادریہ سلسلہ میں اس کو ''تصور مسجود'' کہتے ہیں اور نقشبندیہ میں ''یادداشت مسمّیٰ'' کہ اجمالِ حضور در حضور ہے، کہتے ہیں۔

حضوری گر ہمی خواہی از و غائب مشو حافظ　　متیٰ تلق من تھویٰ دع الدنیا و امھلھا

اگر تم محبوب حقیقی کے دربار میں حضوری چاہتے ہو تو اس سے غائب یعنی غافل مت ہو،
اور جب تم کو محبوب کا لقاء ہو جائے تو ترکِ دنیا کرو۔

سیر فی اللہ : یہاں سیر الی اللہ ختم ہوتی ہے۔ اور سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے۔ سیر الی اللہ یہ ہے کہ سالک اس اسم تک پہنچے جس اسم کا وہ مظہر ہے اور سیر فی اللہ یہ ہے کہ سالک اس اسم میں سیر کرے جس کا وہ مظہر ہے، یہ سیر فی الحقیقت ان کلمات سے متحقق ہوتی ہے جو اس اسم میں مندرج ہیں، کیونکہ ہر اسمِ الٰہی جمیع اسماء اور صفات پر مشتمل ہوتا ہے۔ سیر الی اللہ کی تو انتہا ہے لیکن سیر فی اللہ کی کوئی نہایت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع و المآب۔

یہ بات مخفی نہیں کہ جب مذکورہ ترتیب سے سلوک طے ہو جاتا ہے تو بفضلِ الٰہی مسئلہ تجددِ امثال، مسئلہ وحدت الوجود، ومسئلہ الکل فی الکل خود بخود منکشف ہو جاتا ہے اور کچھ بزرگان اپنے مریدوں کو برائے تفہیم شغل بھی بتلاتے ہیں۔ اگرچہ یہ مسائل ذوقی و وجدانی ہیں اور کشفِ صحیح پر موقوف ہیں تاہم محبین کی سہولت کی خاطر کچھ تحریر کیا جاتا ہے۔

تجددِ امثال : جاننا چاہئے کہ صوفیہ کو کشف و وجدان سے ایسا مکشوف و مشہود ہوتا ہے کہ پورا عالم ہر آن معدوم ہوتا ہے اور اسی آن میں دوسرا عالَم پہلے عالَم کے مماثل وجود پاتا ہے۔ لیکن آمد و رفت کی تیزی سے باوجود سابق و لاحق ہونے کے محجوب اور غافل شخص اس کا ادراک نہیں کرتا کہ پہلا وجود گیا اور دوسرا وجود آگیا۔ عارف کامل جس نے دل سے غفلت کا پردہ اٹھا دیا ہے، ہر آن وجودات تمثالیات و متعاقبات

کو مشاہدہ کرتا ہے۔ جیسا کہ رئیس المحققین شیخ محی الدین ابنِ عربی فصوص الحکم کے فص شعیبی میں تجددِ امثال کے اثبات میں آیت شریفہ اَفَعَیِینَا بِالخَلقِ الاَوَّلِ ، بَل ھُم فِی لَبسٍ مِّن خَلقٍ جَدِید (۱۵:۵۰) پیش کرتے ہیں اور ھُم کی ضمیر تجددِ امثال سے غافل لوگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

تجددِ امثال کا راز یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کے اسماء متقابلہ ہیں، بعض لطفیہ ہیں جیسے محی و مطعی و لطیف و کریم و رحیم وغیرہ اور بعض قہریہ ہیں جیسے ممیت، قہار، مانع اور جبار وغیرہ اور کوئی اسم الٰہی معطل و بےکار نہیں، کیونکہ تعطیل بخل سے پیدا ہوتی ہے اور حضرتِ حق بخل سے منزہ ہیں۔ بل یداہ مبسوطتان (۵:۶۴) اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ لہٰذا جب حقائق ممکنات کی ایک حقیقت بواسطۂ حصول معدّات (اسبابِ وجود) اور رفع موانعات موجود ہو جاتی ہے اسی وقت اسم ممیت کے اقتضاء یعنی قہر احدیتِ حقیقی سے تعینات و آثار کثرت صوری معدوم ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد معدوم ہونے کی اسی آن میں اسم محی تعین خاص کے ساتھ تعین سابق کے مماثل موجود کر دیتا ہے، اسی طرح ہوتا رہتا ہے جب تک اللہ چاہے۔ اس کی مثال نہر اور فوارہ کے پانی اور شعلۂ جوالہ کی طرح ہے کہ سرعت کی وجہ سے مثالی وجودات کا آنا جانا مستمر (مسلسل) محسوس ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

رباعی

سبحان اللہ زہے خداوندِ ودود — مجتمع فضل و کرم و رحمت وجود
در ہر نفسے برد جہانے بعدم — آرد دیگر چو اوہماں دم بوجود

سبحان اللہ کیا ہی ودود (محبت والا) خدا ہے جو جمع کرنے والا ہے فضل و کرم اور رحمت و سخاوت کی صفات کو۔ ہر سانس میں جہاں کو عدم میں لے جاتا اور اسی لمحہ دوسرا جہاں وجود میں لاتا ہے۔

انواع عطا گرچہ خدا می بخشد — ہر اسم عطیۂ جدا می بخشد
در ہر آنے حقیقت عالم را — یک اسم فنا و یکے بقا می بخشد

ہر قسم کی عطا خدا ہی کی طرف سے ہے لیکن ہر اسم کی عطا جداگانہ ہے، ہر آن عالم کی حقیقت کو ایک اسم فناء کرتا ہے اور ایک اسم سے بقاء ملتی ہے۔

متکلمین میں سے کوئی اس راز سے واقف نہ ہوسکا، البتہ اشاعرہ بعض اجزائے عالم کے بارہ میں جو اعراض ہیں کہتے ہیں کہ اَلْعَرْضُ لَایَبْقیٰ زَمَانَیْنَ عَلیٰ مَحَلِّهٖ (عرض اپنے مقام پر دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا)۔ یہ لوگ جواہر متعددہ ورائے حقیقتِ وجود کا اثبات کر کے، اعراض متبدلہ ومتجددہ کو اس پر قائم بتلاتے ہیں، حالانکہ محققین صوفیہ کے نزدیک سارا عالم اپنے تمام اجزا کے ساتھ اعراض کا مجموعہ ہے جو عینِ واحد میں جمع ہوا ہے، وہ عینِ واحد حقیقتِ ہستی ہے۔ الحاصل صوفیہ کے نزدیک ذاتِ حق سبحانہٗ جوہر قائم بالذات ہے اور پورا عالم مجموعۂ اعراض قائم بذات حق ہے۔ اشاعرہ نے اپنی دانست میں جن چیزوں کو جوہر قرار دیا ہے وہ بھی فی نفسہ اعراض ہیں، جواہر نہیں کیونکہ ان کا قیام ان کی ذات پر نہیں ہے۔ بعض حضرات ذات حق سبحانہٗ پر لفظ جوہر کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ جوہر وعرض ممکن کے تحت واقع ہوتا ہے۔ اگر لغوی حیثیت سے جوہر کا اطلاق ذات حق پر کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ بعض محققین کے کلام میں آیا ہے۔

سوفسطائی جمیع اجزائے عالم میں کیا جوہر کیا عرض، تجددِ امثال کے قائل ہوئے ہیں لیکن جمیع اجزائے عالم میں سریان حقیقت سے غافل ہیں اور عالم کو خیالی اور بے اصل سمجھتے ہیں، جیسا کہ حضرت جامی نے لوائح میں صراحت کی ہے۔

سوفسطائی کہ از خرد بے خبر است   گوید عالم خیالی اندر گذرست
آرے عالم ہمہ خیالی است ولے   پیوستہ درو حقیقتی جلوہ گرست

وہم پرست جو عقل سے عاری ہے کہتا ہے کہ عالم محض خیال ہے، ہاں عالم تو خیال ہے لیکن اس میں حقیقت مسلسل جلوہ گر ہے۔

عارف جانتا ہے کہ ایک ذاتِ محض ہے جو چند اعراض کے لباس میں ہے اور اس لباس متعددہ و متجددہ کے سبب سے کثرت معلوم ہوتی ہے۔

ہر لحظہ دریں کوئے بدیگر صفتے یار در جلوہ حسن است و لے چشم تو اعمیٰ است

اس گلی میں ہر لحظہ حسن دوسری صفت میں جلوہ گر ہے لیکن تیری آنکھ اندھی ہے۔

بعض علماء صوفیہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تجددِ امثال کے ماننے سے تعددِ وجود لازم آتا ہے مثلاً زید کے اپنی مدت عمر میں بہت سے وجود ہونگے تو ایسی صورت میں زید کا حشر تمام وجودات کے ساتھ ہوگا یا بعض وجود کے ساتھ۔ اگر یہ کہیں کہ بعض وجود سے حشر ہوگا تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ بعض وجود کہ جن سے گناہ یا اطاعت ہوئی تھی ان دونوں صورتوں میں ثواب و عذاب غیر مطیع و عاصی پر ہوگا۔ یہ بات بھی خلاف عقل و نقل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ، وجود لاحق عین وجود سابق ہے (اس کی تفصیل آگے دی گئی ہے وہاں ملاحظہ کی جائے)۔

اس مسئلہ میں صوفیہ پر یہ اشکال بھی وارد ہوتا ہے، جو دو حال سے خالی نہیں۔ یعنی مثل لاحق سے غیر موجود سابق ارادہ کرتا ہے یا اس کا عین، اگر غیر ارادہ کرتا ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ثواب اور عذاب غیر مطیع و غیر عاصی پر ہوگا اور یہ بات اس نصِ قرآنی کے خلاف ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (۹۹:۷،۸) ظاہر ہے کہ ثواب اور عذاب کا دارومدار ذات عامل پر ہے نہ کہ مثل پر۔ اگر کوئی اسکا جواب اس طرح دے کہ تجدد صرف جسم کا ہے نہ کہ روح کا، اسی لئے ثواب اور عذاب روح پر ہوگا تو یہ جواب رد کردینے کے قابل ہے کیونکہ یہ عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے جو ثواب اور عذاب کو جسم و روح دونوں پر مانتے ہیں۔ اور اگر یہ سمجھا جائے کہ مثلِ لاحق سے عین موجود سابق ارادہ کرتا ہے تو لازم آتا ہے کہ صوفیہ کا قاعدہ جو عدم جواز تکرار تجلی کے قائل ہیں ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا اس کا جواب باختیار شق ثانی ہے۔ یعنی کہنا چاہئے کہ وجود لاحق، عین وجود سابق ہے۔ تکرار تجلی کا لزوم درست نہیں، کیونکہ ظہور خلق ثانی، خلق اول کا غیر ہے كَمَا لَا يَخْفٰى، مزید یہ کہنا چاہئے کہ لطف کی تجلی، قہر کی تجلی کا غیر ہے اور ان ہر دو تجلیات کے لئے بے انتہا جزئیات ہیں۔ مثلاً ایک ہدف

(نشانہ) پر کئی تیر چلانا، رمی مطلق (محض تیر چلانے) کی مثال برائے تجلی کلی ہے اور متعدد تیروں کی مثال برائے جزئیات کلی ہے۔

شغل تجددِ امثال : سالک تصور کرے کہ اس کے جسم میں پے در پے وجودات مبدء فیاض سے آرہے اور جارہے ہیں۔ آمدورفت کی تیزی سے آنکھ وجودِ سابق اور لاحق پر حکم نہیں لگاسکتی کہ وجود سابق گیا اور وجود لاحق آیا، بلکہ چراغ کے شعلہ، نہر کے پانی اور شعلۂ جوالہ کی طرح مسلسل جاری معلوم ہوتا ہے۔ اس تصور کی اس قدر مشق کریں کہ وجودات پیہم نصب العین ہوجائیں اور ذہن میں یہ بات راسخ ہوجائے کہ موجود بوجودِ اصلی قدیمی ایک ذات ہے، غیر نہیں۔ تجددِ امثال کا یہ شغل ولایت صغریٰ میں جو ولایت اولیا اور ولایتِ ہمہ اوست ہے، سالک کو بتلایا جاتا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ ولایت بمعنی قرب بے کیف الٰہی ہے۔ اس کی چار قسمیں ہیں:

ولایتِ عام : ولایت عامۂ مومنین آیت، اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (۲ : ۲۵۷) کے تحت تمام امت مرحومہ اس ولایت میں داخل ہے۔ اس ولایت کا شغل تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) ہے، خواہ سری ہو یا جہری۔

ولایت صغریٰ : اسکو ولایت اولیاء اور ولایت ہمہ اوست بھی کہتے ہیں، اس ولایت میں تجدد امثال اور وحدت وجود میں مشغول کراتے ہیں، مسئلہ تجدد امثال کی اوپر وضاحت کی جاچکی ہے۔

وحدت الوجود : اب مسئلہ وحدت الوجود، جو ارباب سلوک کے عظیم ترین مکشوفات میں سے ہے، اجمالاً لکھا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی ذات عین وجود ہے۔ اس کی پہلی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْئٌ۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اتحاد کا مفہوم غیریت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اتحاد کے لئے غیریت اور تعدد لازم ہے۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ مفہوم میں مغائرت کے ثبوت سے خارج میں مغائرت کا ثبوت لازم نہیں آتا۔ كَمَا لَا يَخْفٰى مَنْ لَهُ اَدْنٰى بَصِيْرَةٌ۔ وہ وجود

نہ شکل رکھتا ہے نہ رنگ، نہ حصر، نہ حد، اس کے باوجود بے حد وحصر اشکال میں ظاہر و متجلی ہوتا ہے اور اس کے بے شکل و بے حد ہونے میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ بل الآن کما کان وہ وجود اپنی ذات میں واحد ہے لیکن لباسہائے مختلفہ پہن کر ہر آن ایک دوسری شان میں جلوہ دکھاتا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — کہ من انداز قدت را می شناسم

تو چاہے کتنے ہی رنگ کا لباس پہنے میں تیرے سراپا کو پہچانتا ہوں۔

ہمسایہ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست — در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست

در انجمن فرق و نہاں خانۂ جمع — باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

ہمسایہ و ہمنشین اور ہمراہ وہی ہے۔ گدا کی گودڑی اور شاہ کے اطلس میں وہی ہے۔ فرق کی انجمن (جلوت) اور جمع کے نہاں خانہ (خلوت) میں بخدا وہی ہے ثم بخدا وہی ہے۔

اور وہ وجود تمام موجودات کی حقیقت اور ان کا باطن ہے۔ پوری کائنات آفتاب سے ذرہ تک اس وجود سے خالی نہیں۔ وہ وجود باعتبار اطلاق محض موجودات کی ذوات میں ساری ہے اس طور سے کہ ان ذوات میں ان کی ذاتوں کا عین ہوجاتا ہے، جسطرح کہ قبل ظہور یہ ذوات اس وجود کا عین تھے۔ اس وجود کے صفات کاملہ باعتبار کلیت اور اطلاقیت موجودات کی تمام صفات میں ساری ہیں۔ اس طور پر کہ وہ صفات کاملہ صفات موجودات کے ذیل میں عین صفات موجودات ہوجاتے ہیں، جسطرح کہ موجودات کی صفات قبل ظہور ان صفات کاملہ میں، ان صفات کاملہ کا عین تھے۔ لہٰذا کہا جاتا ہے کہ، كُلُّ شَيْئٍ فِيهِ كُلُّ شَيْئٍ (ہر شئے میں کل شئے ہے) صاحب گلشن راز فرماتے ہیں۔

دل یک قطرہ را گر بر شگافی — بروں آید از و صد بحر صافی

اگر تم ایک قطرہ کا دل چیر دو تو اس سے سینکڑوں مصفا سمندر نکل آئیں گے۔

ہستی کہ بود ذات خداوند عزیز — اشیاء ہمہ درو بند و وے در ہمہ نیز

انیست بیاں آنکہ عارف گوید — باشد ہمہ چیز مندرج در ہمہ چیز

ہستی جو ذات خداوند عزیز ہے اس میں تمام اشیاء ہیں اور وہ تمام اشیاء میں بھی ہے۔
عارف جو کہتا ہے کہ ہر چیز تمام چیزوں میں مندرج ہے کا مطلب یہی ہے۔

ہر چیز کے تمام چیزوں میں ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ واجب الوجود نے تمام ممکنات کو اپنے صور علمیہ میں مشاہدہ کیا جبکہ وہ عالم سے بے نیاز تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے جمال کو اپنے آئینہ میں دیکھے تو عالم کو خلق کیا اور یہی حاصل ہے کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرِفَ فَبِیْ عَرَفُوْنِیْ۔ خلق کی کیفیت میں صوفیہ مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں مقیدہ ممکنات کے اعدام کو مطمح نظر قرار دے کر ان پر وجود کے انوار کا پرتو ڈالا جس سے انہوں نے خارج میں ظہور کیا اور بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اپنے صور علمیہ کا مثل خارج میں موجود ہو تو بمقتضائے اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنَ (۸۲:۳۶) وہ خارج میں وجود ہو گئے۔ لہٰذا ممکنات کا وجود مثل آئینہ میں نظر آنے والی شکلوں کے ہوا کیونکہ جب بھی آئینہ میں دیکھتے ہیں، دیکھنے والے کی صورت درمیان آئینہ متمثل ہوتی ہے، اور آئینہ میں حلول نہیں کرتی۔ اسی طرح ممکنات کی صورتیں صور علیہ کے ہر فرد پر حق کی توجہ سے مثل تماثل آئینہ ظاہر ہوئیں، وجودِ حقیقی ایک ہی ذات بابرکت ہے۔ افراد عالم میں سے ہر فرد، وجودِ مطلق کا آئینہ ہے، جب وجود مطلق منبع اور اصل کائنات ہے تو عالم کے ذرات میں سے ہر ذرہ پر تو جمیع اشیاء از ارض، سماء وغیرہ باعتبار مرآت موجود ہوا اور مسئلہ ہر چیز در ہمہ چیز یعنی اَلْکُلُّ فِیْ الْکُلِّ متحقق ہو گیا۔

یہ وجود بمعنی تحقق و حصول نہیں ہے، کیونکہ حصول و تحقیق معانی مصدریہ و مفہومات اعتباریہ ہیں اور معانی مصدریہ جو معقولات ثانیہ ہیں خارج میں موجود نہیں ہوتے۔ لہٰذا وجود کے لفظ کا حق تعالیٰ کی ذات پر بمعنی تحقق و حصول اطلاق کرنا جائز نہیں، کیونکہ متکلمین کے نزدیک حق خارج میں موجود ہے، اور خارج کی تعریف یہ ہے کہ وہ ورائے ذہن ہو، بلکہ اس وجود حقیقی سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ ان تمام صفات سے متصف ہو۔ اوّل اسکا وجود اپنی ذات سے ازلی اور ابدی ہو، دوم یہ کہ تمام موجودات کا وجود

حدوث و بقاء میں اسکی ذات سے ہو، سوم یہ کہ خارج میں اس کے غیر کے ہونے یا ہونے کے امکان کی نفی ہو۔ خلاصہ یہ کہ لفظِ وجود مشترک ہے دو معنوں کو۔ حکماء و متکلمین لفظِ وجود کو بمعنی تحقق و حصول، جو کہ معنی مصدریہ ہیں استعمال کرتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ معنیٰ مصدریہ کو قرار نہیں بلکہ حاصل مصدر کو قرار ہوتا ہے۔ جیسے شکستن (ٹوٹنا) اس کے معنیٰ مصدریہ جو فاعل اور منفعل کے درمیان خاص ہیئت موقتی ہے اور اسکو قرار نہیں، البتہ شکست جو حاصل مصدر ہے وہ پایا جاتا ہے۔ نیز معنیٰ مصدریہ خارج میں موجود نہیں ہوتے بلکہ ان کے انتزاع کا منشاء خارج میں موجود ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے لفظِ وجود کا اطلاق ذاتِ حق تعالیٰ پر ان معنوں میں جائز نہیں، لہٰذا علمائے اہل حق ذات واجبی پر وجود کی زیادتی کا حکم لگاتے ہیں۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ عالم الوجود کے اوپر عالم ملک الودود ہے اور دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ صوفیہ لفظِ وجود کہتے ہیں اور اس سے ان کی حقیقی مراد یہ ہوتی ہے کہ ہستی خود اپنی ذات سے ہست ہے اور باقی موجودات کی ہستی اور انکا قیام اسی سے ہے، اور فی الحقیقت اس حقیقت کے سوا کوئی موجود نہیں۔ اس اسم کا اطلاق بمعنی ثانیہ حق تعالیٰ کی ذات پر جائز ہے اور اس وجود کو عقل اور وہم اور حواس نہیں پا سکتے اور قیاس میں بھی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ یہ تمام کے تمام محدثات ہیں اور محدث ادراک نہیں کر سکتا سوائے کُنہ محدث کی، تَعَالٰی ذَاتِهٖ وَ صِفَاتِهٖ عَنِ الْحُدُوْثِ عُلُوًّا کَبِیْرًا، (اسکی ذات اور صفات حدوث سے بہت بلند و برتر ہے) اگر کوئی حق تعالیٰ کی معرفت بحیثیت اسکی کنہ کے کرنا چاہے اور اسمیں سعی و کوشش کرے تو اس نے اپنے اوقات کو ضائع کیا، کیونکہ واجب تعالیٰ غیب نفسی ہے یعنی غیب ذاتی جو کہ بذات خود مطلقاً غیر مدرک ہے نہ یہ کہ ہماری نسبت سے نادانستہ ہونے کے باعث غیب ہے، کیونکہ غیب بھی صفات الٰہی میں سے ایک صفت ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم　　　واز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

اے وہ ذات جو خیال و قیاس و وہم و گمان سے برتر ہے نیز ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں، سنتے

ہیں اور پڑھتے ہیں ان سے بھی برتر ہے۔

حضرت مرشدی وقدوتی وسیدی خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہؐ اپنے مریدوں کو اعتباراتِ ذات اس طرح لکھ کر سمجھایا کرتے تھے۔

احدیت	وحدت	واحدیت
سلب تعینات	مفہوم تعینات	ثبوت تعینات
ظاہر وجود	حقیقت انسانی	ظاہر علم
اسماء الٰہی	برزخ	اسماء کیانی
	ارواح	
	برزخ	
	مثال	
	برزخ	
	اجسام	

وحدت وجود کے قائلین کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے بعض علم یقینی سے جانتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام موجودات کی حقیقت اور ان کا باطن ہے لیکن ان کو مخلوق میں حق کا مشاہدہ حاصل نہیں ہے۔ بعض خلق میں حق کا مشاہدہ کرتے ہیں، یہ مرتبۂ دوم جو پہلے مرتبہ سے اعلیٰ اور اولیٰ ہے بعض حق کو خلق میں اور خلق کو حق میں اس طرح مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک کا مشاہدہ دوسرے کے مشاہدہ میں مانع نہیں ہوتا۔ یہ مرتبہ اوپر کے دونوں مرتبوں سے اونچا ہے اور یہی مقام انبیاء واقطاب اور ان کے تبعین کا ہے۔ ان تینوں مراتب میں سے کوئی بھی مرتبہ، شریعت وطریقت کے مخالف شخص کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ تمام موجودات بلحاظِ وجود حق جل شانہٗ ہیں اور بلحاظ تعین غیرِ حق سبحانہٗ ہیں یہ غیریت اعتباری ہے، لیکن یہ اعتبار حق کا ہے اور حق کے اعتبارات نفس الامری ہیں، نہ کہ ہم بے اعتباروں کے اعتبار کی مانند۔ پس تمام

وجودات حق تعالیٰ کا عین ہیں، مثل حباب، موج اور کوزہ ہائے برف یہ تمام بلحاظ حقیقت پانی ہیں اور بلحاظ تعین غیر آب ہیں اسی طرح سراب جو فی الحقیقت عین ''ہوا'' ہے اور بلحاظ تعین غیر ''ہوا'' ہے۔ جو بہ صورت پانی دکھائی دے رہا ہے۔

یوں تو وحدت وجود کے بہت سے دلائل ہیں لیکن قرآنی دلائل میں اللہ تعالیٰ کے یہ ارشادات ہیں۔

(۱) وَ لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰہِ (۲:۱۱۵)
اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے۔ تم جدھر بھی منہ کرو ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔

(۲) وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (۵۰:۱۶)
ہم اس سے رگ جاں سے زیادہ نزدیک ہیں۔

اور احادیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ملتا ہے اصدق کلمة قالها العرب:

اَلاَ کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلاَ اللّٰہُ بَاطِلٌ وَ کُلُّ نَعِیْمٍ لاَ مَحَالَةَ زَائِلٌ

عرب (قوم) کے اقوال میں سب سے سچا کلمہ: آگاہ ہو جاؤ کہ ماسوا اللہ ہر شئے باطل ہے اور ہر نعمت بالآخر زائل ہونے والی ہے۔

بعض وحدت کے ثبوت میں دلیل الزامی لاتے ہیں جو دو حال سے خالی نہیں۔
عالم کو خلق کرنے سے پہلے، مادۂ تخلیقِ عالم، غیر ذات واجب الوجود موجود تھا یا نہیں؟ اگر مادہ کا ہونا موجود مانیں تو تعدد قدما لازم آتا ہے یعنی ذات حق جل شانہٗ اور مادۂ تخلیق دو قدیم ہوئے جو صحیح نہیں ہے۔ حق تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں فرماتا ہے۔ کان اللہ ولم یکن معہ شیء (اللہ تعالیٰ (قدیم سے) تھا اور اس کے ساتھ کوئی اور شئے نہ تھی) اور اگر ہم یہ کہیں کہ مادۂ تخلیقِ عالم غیر ذاتِ واجب موجود نہ تھا تو یہی قائلین وحدت وجود کا مدعا ہے کہ سوائے ذات وصفات باری تعالیٰ کے کوئی دوسرا قدیم نہیں۔ نیز اسکی صفات عینِ ذات ہیں۔ یعنی وہی ذات بلحاظ علم علیم اور بلحاظ سماعت سمیع ہے۔ اسی پر تمام صفات کو قیاس کرلو۔

لوائح جامیؔ میں ہے کہ صفات بلحاظ فہم عقول غیرِ ذات ہیں اور بلحاظ تحقیق وحصول عینِ ذات ہیں۔

عزیز من! مسئلہ وحدت وجود مشکل ترین مسائل میں سے ہے۔ اس مسئلہ میں صوفیہ کی لغزش اور زندیقوں کے زندقہ اور ملحدوں کے الحاد اور مباحیان کی اباحت سے بہت بچنا چاہئے تاکہ صدیقوں کے درجہ تک پہنچے۔ اکثر مباحیان و بدعتیان کو لفظ غیریت اعتباری سے غلط فہمی ہوئی ہے، یہ کوتاہ بیں یہ سمجھتے ہیں کہ خالق ومخلوق میں عینیت حقیقی اور غیریت اعتباری ہے جسکا نفس الامر میں کوئی اعتبار نہیں۔ لہٰذا ہم جو کچھ کریں اس کا ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ ہم عینِ حق ہیں اور عذاب کے لئے غیریت شرط ہے۔ یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ غیریتِ اعتباری سے مراد ہم غیر معتبروں کا اعتبار نہیں بلکہ معتبر حق سبحانہٗ کا اعتبار ہے، اور حق سبحانہٗ جل شانہٗ کے اعتبارات نفس الامری ہیں۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس کا اعتبار حق تعالیٰ کے نزدیک معصیت ہے وہ حقیقت میں معصیت ہے اور جس چیز کا اعتبار اطاعت ہے وہ درحقیقت اطاعت ہے۔ کافر ومسلم، دوزخ جنت، حلال حرام اعتبارات الٰہیہ نفس الامری ہیں۔ چنانچہ اہل حق کہتے ہیں کہ حقائق اشیاء ثابت ہیں اور ان کا علم متحقق ہے۔ صوفیۂ کرام بہت تاکید کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کو ہر ایک کے سامنے ذکر نہ کرنا چاہئے تاکہ وہ غلطی میں نہ پڑ جائے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ تُكَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (لوگوں سے ان کی عقلی سطح کا لحاظ رکھ کر گفتگو کرو)۔

ولایتِ اخص: سوم ولایت اخص ہے جسکو ولایتِ ملاءِ اعلیٰ وملائکہ مقرب کہتے ہیں۔ اس کے سلوک کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کردہ ولایت میں احاطہ ومعیت وعینیت، ممکنات، واجب بالذات کہنے سے ایک قسم کی شرکت مفہوم ہوتی ہے۔ لہٰذا سالک کو کہا جاتا ہے کہ حق کی تنزیہ محض کو وراء الورا تصور کرے۔ اور اس کے خیال میں جو کچھ متصور ہوتا ہے حق کو ان سب سے منزہ اور وراء الوراء جانے۔ اس طرح تنزیہ کو بے نہایت پہنچائے اور کسی جگہ نہ ٹھیرے۔ یہ ولایت ''وحدتِ شہود'' ہے۔

ولایت ہمہ اوست اور ولایت وحدت شہود میں فرق یہ ہے کہ ولایتِ ہمہ اوست میں موجودات محسوسہ منظورہ کو عینِ حق پر محمول کر کے ہمہ اوست کہا جاتا ہے اور ولایتِ وحدتِ شہود میں وجودِ موجودات

سالک کی نظر اعتبار میں نہیں ہیں کہ اسکو حق کی ذات پر محمول کرے بلکہ وہ خودنورذات بہ ورائیتِ محض میں اس قدر مستغرق ہے کہ اشیاء میں سے کوئی چیز نہیں رکھتا۔اس ولایت کی ظاہر شرع سے بآسانی و بے تکلف مطابقت ہوتی ہے۔

ولایت اخص الخواص : چہارم ولایت اخص الخواص ہے جوانبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے جوحق اورغیرِ حق کے خیال سے خالی ہے۔اس کے سلوک کا طریقہ یہ ہے کہ سالک نے ولایت خاص میں اشیاء کو عین حق سمجھ کر ہمہ اوست کہا اور اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء کا وجودنظر میں باقی ہے یعنی خلق کو عین خالق دیکھتا ہے اور معنی میں درمیان دو(۲) وجود ہے اگر چہ ایک کو دوسرے کا عین سمجھتا ہے۔ولایت اخص کو کہ مرتبۂ تنزیہ ہے لیکن تمام لوگوں کی تنزیہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی نسبت سے تشبیہ کے حکم میں ہے۔ لہذا متخیلہ کو عینیت کے ملاحظہ سے جو کہ ان کے نزدیک غیرِ حق ہے اور ورائت کے ملاحظہ سے جوان کے نزدیک حق ہے، خالی کرتے ہیں تا کہ بے کیفی کی نسبت ایمانِ محض کے ساتھ سالک کے دل پر متجلی ہو اور اس کا کام بغیر تردد کے اطمینان محض دائمی کے ساتھ انجام پائے۔اور یہی منتہائے سلوک ہے طریقہ عالیہ قادریہ میں جس پر حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوثِ صمدانی شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی ؒ نے قدماءمشائخ محققین اور علمائے صالحین کو مجاز و مامور فرمایا۔

اس فقیر مؤلف محمد رفیع الدین ابن محمد شمس الدین نے بھی اس سلسلہ کو مع اصول وفروع حضرت قدوتی ومرشدی خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ ﷺ سے،انہوں نے اولاً سید علوی بروم سے اور ثانیاً شاہ علی رضا سے اور سید علوی بروم نے اپنے والد بزرگوار سید عبداللہ بروم سے اور انھوں نے سید عبداللہ بالفقیہ سے اورانہوں نے شیخ احمد قشاشی سے،انہوں نے شیخ محمد یوسف سے،انہوں نے شیخ امین الدین مرواحی سے،انہوں نے شیخ سراج عمر سے انہوں نے شیخ عبدالقادر یمانی سے انہوں نے اپنے والد جنید بن احمد الیمانی سے انہوں نے اپنے والد احمد بن موسیٰ المشر وعی سے انہوں نے ابوبکر بن سلامی یمنی سے انہوں نے شیخ اسمٰعیل بن صدیق الجبرتی سے انہوں شیخ مزجاجی یمنی سے انہوں نے شیخ اسماعیل بن ابراھیم

الز بیدی سے انہوں نے شیخ سراج الدین یمنی سے انہوں نے شیخ محی الدین احمد بن محمد الاسدی سے انہوں نے شیخ فخر الدین بن ابوبکر بن محمد بن نعیم سے انہوں نے شیخ محمد بن احمد الاسدی سے انہوں نے احمد بن عبداللہ الاسدی سے انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن یوسف الاسدی سے انہوں نے شیخ عبداللہ بن علی الاسدی سے انہوں نے شیخ غوث الثقلین قطب الدارین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے انہوں نے شیخ ابوسعید مخزومی سے انہوں نے شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن یوسف القریشی الھنکاری سے انہوں نے شیخ ابو الفرج محمد بن عبداللہ الطرطوسی سے انہوں نے شیخ عبدالواحد تمیمی سے انہوں نے شیخ ابوبکر محمد دلف بن خلف الشبلی سے انہوں نے سید الطائفہ جنید بغدادی سے انہوں نے شیخ سری سقطی سے انہوں نے شیخ معروف کرخی سے انہوں نے شیخ داؤد طائی قدس سرہ سے انہوں نے شیخ حبیب عجمی قدس سرہ سے انہوں نے شیخ حسن بصری سے انہوں نے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ سے انہوں نے سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ سے آپ نے جبرئیل امین سے انہوں نے رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ سے اخذ کیا ہے۔

حضرت سید آدم بنوری سے جو سلوک طریقۂ عالیہ قادریہ موصوف ہے وہ سلوک نقشبندیہ کے لطائف ستہ کے موافق ہے۔ اس طریقہ میں سوائے لطیفہ نفسی کے کہیں اختلاف نہیں۔ قادریہ حضرات کے نزدیک اس کا مقام ناف سے ایک انگلی اوپر ہے اور نقشبندیہ کے نزدیک ایک انگلی زیرِ ناف ہے۔

لطیفۂ قلبی: پہلا لطیفہ لطیفہ قلبی ہے۔ اس کا محل بائیں پستان کے ایک انگشت نیچے ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چسپاں کریں، دانت پر دانت رکھیں اور دونوں آنکھیں بند کر کے گردن کو قدرے بائیں طرف جھکائیں اور سانس روک کر، مجازی دل (جو گوشت کا صنوبری شکل کا ٹکڑا ہے) میں تصور اسم ذات معنیٰ کے تخیل کے ساتھ کریں کہ وہ ذاتِ بحت تعالیٰ شانہ ہے۔ اس تصور میں اس قدر استغراق ہو کہ اسم سے مسمیٰ اور قلب مجازی سے قلب حقیقی میسر آجائے۔ مسمیٰ سے مراد وہ ذات جو جامع جمیع صفات کمالیہ الٰہی ہے۔ اور اللہ اس ذات کا اسم علم ہے۔ قلب حقیقی سے مراد لطیف نورانی امر ہے جو دنیا و آخرت کی بھلائی کو سوچتا ہے اور مستقلاً ایک جگہ نہیں ٹھیرتا اور جسم انسانی میں صنوبری شکل کے مضغہ سے

بے کیف تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ سلوک کی ابتداء میں سالک کی طبیعت محسوسات سے مانوس رہتی ہے اسی لئے اسم ذات سے جو حروف متعددہ سے مرکب ہے اور دل مجازی جو گوشت کے ایک لوتھڑے سے زائد نہیں، کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ ورنہ تمام سالکین کا مقصود و مطلوب یہی ہے کہ حقیقی دل سے، ذات بے کیف الٰہی میں تنزیہ خالص کے ساتھ محو و فانی و مضمحل و مستغرق ہو جائے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تو مباش اصلاً وصال اینست و بس   رو درو گم شو کمال اینست و بس

(وصال یہ ہے کہ تو خود نہ رہے اس میں گم ہوجانا ہی کمال ہے)

تمام بدن کی بہتری وخرابی دل کی صلاحیت پر موقوف ہے۔

مخفی نہ رہے کہ ارباب ولایت کی زبان میں قلب سے مراد حقیقت جامعہ انسانیہ عالم امر ہے اور اہل شرع کے نزدیک وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جس پر جسم کی صحت و بیماری منحصر ہے جیسے حدیث شریف میں آیا ہے ان فی جسد ابن اٰدم مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله (ابن آدم کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب وہ صحتمند ہے تو پورا جسم صحتمند ہے)۔

لطیفۂ روحی: دوسرا لطیفہ لطیفۂ روحی ہے۔ اس کا محل سیدھے پستان کے ایک انگشت نیچے ہے۔ اس میں لطیفۂ قلبی کے شرائط کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں۔

لطیفۂ نفسی: تیسرا لطیفہ لطیفۂ نفسی ہے۔ اس کا محل ناف کے ایک انگشت اوپر ہے۔ لطیفۂ قلبی و روحی کی طرح اس مقام پر مشغول ہوتے ہیں۔ لطائف کے سلوک میں قادریہ و نقشبندیہ میں کسی جگہ فرق نہیں، سوائے اس لطیفۂ نفسی کے کہ اسکا مقام قادریہ سلسلہ میں ناف سے ایک انگشت اوپر ہے اور نقشبندیہ میں ناف سے ایک انگشت نیچے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔

لطیفۂ سری: چہارم لطیفہ لطیفۂ سری ہے۔ اسکا مقام سینہ کے بیچ میں، مابین قلب و روح ہے۔ سابقہ لطائف کی طرح اس میں مشغول ہوں۔

لطیفہ خفی: پنجم لطیفہ، لطیفۂ خفی ہے۔ جو پیشانی میں ہے۔

لطیفہ اخفی: ششم لطیفہ، لطیفۂ اخفیٰ ہے۔ جو دماغ کے اوپر ہے۔ بطریق مذکور مشغول ہوں اس سلوک کا حدیث قدسی سے اشارہ ملتا ہے۔ ان فی جسد ابن ادم مضغة و فی المضغة قلب و فی القلب فواد و فی السر خفی وفی الخفی اخفیٰ وفی الاخفیٰ انا۔

معلوم ہونا چاہئے کہ انسان دس اجزاء سے مرکب ہے یعنی لطائف ستہ اور عناصر اربعہ کہ جنکی جڑیں عالم کبیر میں ہیں اور عالم کبیر سے مراد کل کائنات ہے خواہ وہ عالم خلق ہو یا عالم امر۔ پس عناصر کی جڑیں عالم خلق میں ہیں اور قلب اور اسکی متعلقہ جڑیں عالم امر (جولا مکانیت سے معروف ہے فوق العرش ہیں) اور قلب کی اصل فوق العرش تحت لطائفِ دیگر ہے۔ اس بناء پر برزخ عالم خلق اور عالم امر کے درمیان واقع ہوا ہے جس طرح کہ عرش ان دونوں کے درمیان برزخ ہے۔ اس لئے پہلے کا منتہا دوسرے کا مبداء ہے۔ قلب کی اصل کے اوپر اصلِ روح اور اسکے اوپر اصلِ سرّ اور اسکے اوپر اصلِ خفی اور اسکے اوپر اصلِ اخفیٰ۔

مخفی نہ رہے کہ جب حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے اقتضاء سے انسان کے قالب کو ٹھیک ٹھاک کرنے کا ارادہ کیا اور لطائفِ خمسہ کو عرش کے اوپر سے نازل کیا اور ان کو عنصر جسمانی سے تعلق و عشق دیا اور لطائف کو عنصر جسمانی میں مناسب مقام خاص پر متمکن کیا۔ پس قلب کو مضغۂ صنوبری میں رکھا جو بائیں پستان کے نیچے ہے اور روح کو سیدھی طرف اور سر کو بقول سید آدم بنوری قدس سرہٗ کے درمیان سینہ میں اور بقول مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے سینے کے بائیں جانب اور خفی کو بقول سید آدم بنوری کے پیشانی میں، اور بقول حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے سینے کے سیدھی جانب، اور اخفیٰ کو بقول سید آدم کے دماغ کے اوپر، اور بقول مجدد صاحب کے نزدیک وسط میں صدر و نفس کے۔ انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ اَعْدٰی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِی بَیْنَ جَنْبَیْکَ۔ اور حضرت سید آدم کے پاس ناف سے متصل ہے۔ اور حضرت مجدد نے حدیث آخر یخرج من روس الصدیقین حب الجاہ و الرفعة سے

دماغ میں ہونا مانتے ہیں۔ حضرت مجددؒ اور سید آدمؒ کا اختلاف جو کہ پیر و مرید ہیں، شاید مراتب ظہور کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ذکر قلب در حقیقت یہ ہے کہ حضوری خلق و خالق دونوں برابر ہوں یعنی حق سبحانہ کی طرف آگاہی اور عالم کون کی طرف آگاہی مساوی ہو۔ اور ذکر روح در حقیقت یہ ہے کہ حضوری خالق، حضوری خلق، پر غالب ہو اور ذکر سرّ یہ ہے کہ خلق، کاملاً مستور ہو جائے اور صرف ظہور خالق رہے۔ ذکر خفی یہ ہے کہ وجود روح بھی مخفی ہو جائے اور نہ ذاکر رہے اور نہ ذکر یعنی سوائے مذکور کے کوئی چیز باقی نہ رہے۔

حاصل کلام یہ ہے بعضوں کے نزدیک لطائف ستہ انسان میں حقائق منفردہ علحدٰہ خلق کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ شیخ مجددؒ اور ان کے متبعین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے۔ یا یہ کہ یہ نفس ناطقہ کے جہات و اعتبارات ہیں، یعنی اگر اس کا باقتضائے طبیعت بشری شہوات ردیہ میں غلو کر کے منہمک ہو جائے تو اسکو نفس کہتے ہیں، اور اگر وہ کبھی خالق کی طرف پلٹے اور کبھی مخلوق کی طرف تو اس اعتبار سے اسکو قلب کہتے ہیں، اور ایک اعتبار سے اُسے روح کہتے ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے۔ غرض حضرت شیخ احمد سرہندی اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ لطائف میں سے ہر لطیفہ کا' جسم کے ایک عضو سے خاص ربط ہے اسی لئے قلب بائیں پستان کے نیچے اور روح دائیں پستان کے نیچے وغیرہ وغیرہ اور ان تمام اعضاء میں حرکت نبضی ہے۔ اس حرکت کی حفاظت کی کوشش کر کے اسم ذات کا خیال معنی کے تصور کے ساتھ کہ وہ ذات بحت الٰہی ہے کرے یہاں تک کہ نسبت یادداشت جو بے کیفی محض کا نام ہے، نفس ناطقہ کا ملکہ اور قوت راسخہ بن جائے۔

یہ لطائف کا اجمالی بیان ہوا۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ قلب کا رنگ حضرت مجددؒ کے نزدیک زرد اور سید آدم بنوری کے نزدیک سرخ ہے۔ اسکی ولایت حضرت آدمؑ کے تحت قدم ہے۔ ایسا شخص جو آدمی

المشر ب ہے اسی لطیفہ سے حضرت قدس کو پہنچتا ہے۔اس مشرب کا حامل درجات خمسہ ولایت میں سے ایک درجہ کی استعداد رکھتا ہے۔اس لطیفہ کا سرّ اور اصل الاصل حق کی صفت اضافیہ ہے جسکو تکوین کہتے ہیں اور جو آدمؑ کی رب ہے۔اس کا کمال سالک کا فعل حق سبحانہ وتعالیٰ میں فنا ہونا ہے۔اس طور پر کہ اپنی ذات کو مسلوب الفعل سمجھے بلکہ اپنے افعال کو مضاف اور باقی کو حق کی سمجھے۔اسی کو فناء قلب وتجلی افعال کہتے ہیں۔اسکے حاصل ہونے کی علامت دل سے غیر حق کے تعلق علمی وحسّی کا زائل ہونا اور اسکے ماسوا کا مطلقاً فراموش ہونا ہے۔یعنی تکلف کرنے پر بھی اسکے دل میں غیر کا خطرہ نہ گذرے۔جب بھی سالک کے دل سے اشیاء کا علم زائل ہوجائے ،اشیاء کی محبت بھی بطریق اولیٰ زائل ہوجائے گی۔اس فنا کا حصول دائرہ امکان کو فرش تا عرش ،اور عرش تا عالم امر وروح قطع (طے) کرنے پر موقوف ہے۔

لطیفۂ روح کا رنگ حضرت مجدد کے نزدیک سرخ ہے اور سید آدم بنوری کے نزدیک سفید رنگ ہے یہ قلب سے بھی الطف ہے۔اسکی ولایت تحت قدم حضرت ابراہیمؑ ہے جو بھی حضرت ابراہیمؑ کے طریق پر ہوگا اس کا حق سے وصول مراتب قلب طے کرنے کے بعد اسی لطیفہ سے ہوگا اس لطیفہ کا حامل ولایت کے دو درجات کی اہلیت رکھتا ہے۔بشرطیکہ ہمت سے کام کیا جائے۔روح کی اصل صفات ثبوتیۂ حق ہیں،اور صفات ثبوتیہ،صفات افعال سے اقرب الی الحق ہیں کیونکہ صفات ثبوتیہ مبدأ افعال ہیں اور روح کا کمال،صفات میں فنا ہونا ہے اسی طرح بعینہ فنا در افعال ہے۔

لطیفہ سرّ حضرت مجدد کے پاس سفید اور حضرت سید آدم کے پاس سبز ہے اور روح سے الطف ہے۔اس کا مقام ولایت زیر قدم حضرت موسیٰؑ ہے۔موسوی المشر ب کو حضرتِ حق میں وصول، سابقہ لطائف طے کرنے کے بعد اسی لطیفہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔بشرطیکہ ہمت سے کام کیا جائے۔اس لطیفہ والے کو ولایت کے پانچ درجات میں سے تین درجے حاصل ہوتے ہیں۔

اصل الاصل سرِ شیونات حق ہیں، جو حق تعالیٰ سے صفات سے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ شیونات منشاء صفات ہیں۔ اس لطیفہ کا انحصار ظہور شیونات پر ہے۔ خفی کا رنگ حضرت مجدد کے پاس گہرا سیاہ اور سید آدم کے پاس سیاہ ہے اور سر سے الطف ہے۔ اسکی ولایت تحت قدم عیسیٰ ہے۔ امت کے اولیاء کو جو عیسوی طریق ہیں لطائف سابقہ طے کرنے کے بعد حضرت حق میں اسی راہ سے وصول ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کے حامل کو ولایت کے پانچ درجات میں سے چار درجے حاصل ہوتے ہیں (بشرط ہمت)۔ خفی کی اصل الاصل حق کے سلبی صفات ہیں جو شیونات ذاتیہ کے اوپر ہیں۔ لطیفہ اخفیٰ حضرت مجدد کے پاس سبز اور حضرت سید آدم کے پاس سیاہ ہے۔ یہ لطیفہ تمام لطائف امر میں احسن و اجمل لطیفہ ہے، اور ذات مطلق سے نہایت قریب ہے۔ اسکی ولایت ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلام کے تحتِ قدم ہے، اور محمدی استعداد والوں کے لئے ولایت خمسہ کے پورے مراتب ہیں اور اخفیٰ کی اصل الاصل ایک چیز ہے مانند برزخ کے درمیان تنزیہ و ''احدیت'' مطلقہ کے۔ اسکا کمال منحصر ہے ذاتِ مجردہ کے جمیع اعتبارات کے ظہور پر۔

باب سوم

شجرہ ہائے طریقۂ عالیہ قادریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر المولیٰ من کل اولیٰ

الحمدللہ رب العالمین و الصلواۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و الہ و صحبہ اجمعین الٰہی بحرمت سیدالمرسلین خاتم النبیین سیدنا محمدؐرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،الٰہی بحرمت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ ، الٰہی بحرمت شیخ حسن البصری قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ حبیب العجمی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ ابو داوٗد الطائی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ سری السقطی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت سید الطایفۂ جنید بغدادی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ ابو بکر محمد دُلف ابن خلف الشبلی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ عبدالواحد التمیمی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ ابی الفرح محمد بن عبداللہ طرطوسی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ ابی الحسن علی ابن احمد بن یوسف القریشی الھنکاری قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ سعید المبارک المخزومی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ غوث الثقلین قطب الدارین محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ عبد اللہ بن علی الاسدی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ عبداللہ بن یوسف الاسدی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ احمد بن عبداللہ الاسدی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ محمد بن احمد الاسدی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ فخر الدین بن ابی بکر بن نعیم قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ محی الدین احمد الاسدی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ سراج الدین الیمنی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ اسمٰعیل ابن ابراھیم الزُبیدی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ مزجاجی الیمنی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ اسمٰعیل بن صدیق الجبرتی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ ابی بکر بن السلامی الیمنی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ احمد بن موسیٰ المشروعی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ جنید ابن احمد الیماتی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ عبد القادر

الیمانی قدس سرہٗ، الٰھی بحرمت شیخ سراج الدین عمر قدس سرہٗ، الٰھی بحرمت شیخ امین الدین المرواحی قدس سرہٗ، الٰھی بحرمت شیخ محمد یوسف قدس سرہٗ، الٰھی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرہٗ،الٰھی بحرمت شیخ سید عبداللہ بالفقیہ قدس سرہٗ، الٰھی بحرمت شیخ سید عبداللہ بروم قدس سرہٗ، الٰھی بحرمت سید علوی بروم قدس سرہٗ،الٰھی بحرمت شیخ سید خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قدس سرہٗ، الٰھی بحرمت شیخ مولانا شاہ محمد رفیع الدین القندھاری قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت و عزت حضرت شاہ محمد سعیدالدین قبلہ عرف من اللہ شاہؒ قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاہ محمد تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ.

شجرہ ہائے طریقۂ عالیہ چشتیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر المؤمن من کل اولیٰ

الٰھی بحرمت سیدالمرسلین خاتم النبیین سیدنا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٰھی بحرمت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہٗ الٰھی بحرمت شیخ حسن البصری قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ عبدالواحد بن زید قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ فُضیل بن عیاض قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ سلطان ابراھیم بن ادھم قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ حذیفتہ المرعشی قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ ابی ھبیرۃ البصری قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ ممشاددینوری قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ ابی اسحاق الشامی قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ ابی احمد چشتی قدس سرہٗ الٰھی بحرمت شیخ محمد بن ابی احمد چشتی قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ خواجہ یوسف چشتی قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ مودود چشتی قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ عثمان ھاروتی قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت شیخ

خواجه معین الدین چشتی حسن سنجری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ خواجه قطب الدین بختیار اوشی کاکی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ مسعود بن سُلیمان الفاروقی اعینی شیخ فرید الدین شکر گنج قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ نصیر الدین چراغ دهلوی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ خواجه صدر الدین طبیب دُلها قدس سرہٗ الٰہی بحرمت شیخ فتح الله قدس سرہٗ الٰہی بحرمت شیخ محمدؐ بن عیسیٰ جونپوری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ میراں زاهد قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ قاضن قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ ابوالفتح هدایت الله سرمست قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ ظهور حاجی حضور قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ محمدؐ غوث گوالیاری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ وجیهه الدین قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ شاه صبغة الله نائب رسول اللّٰہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت سید عبدالله بالفقیه قدس سرہٗ الٰہی بحرمت سیدعبدالله بروم قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت سید علوی بروم قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت سید خواجه رحمت الله نائب رسول صلی الله علیه وسلم قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت مولانا شاه محمدؐ رفیع الدین القندهاری الدکنی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبله قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت شاه محمد سعیدالدین قبله عرف من الله شاهؒ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاه محمد تاج الدین قبله قدس سرہٗ.

شجرہ ہائے طریقۂ عالیہ رفاعیہ

بسم الله الرحمٰن الرحیم

ذکر المؤلی من کل اولیٰ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی رسوله محمدؐ واله واصحابه اجمعین. الٰہی بحرمت سیدالمرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللهؐ صلی الله علیه وسلم الٰہی بحرمت امیر المؤمنین اسد الله الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب کرّم

الله وجهه وانفعنابه. الٰهی بحرمت شیخ حسن البصری قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ حبیب العجمی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ دائود الطائی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ معروف الکرخی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ سرّی السقطی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت سید الطائفه جنیدالبغدادی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ ابی بکرمحمدؐ الشبلی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ علی العجمی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ علی بازیادی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ ابی علی المعروف بالعلامٓ الترکمان قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ ابی الفضل محمدبن کامخ قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ علاء الدین علی القادری والواسطی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید القطب احمدکبیرالرفاعی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید محمدؐ قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید رجب قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید حسین قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید حسن قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید عبد الله قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید عبد الرحمن قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید صالح قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید محمد قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید شعبان قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید رجب رفاعی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید عبدالخضر قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت السید محمد بن عبدالخضر قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت سید علوی بروم قدس سرہٗ. (واکذاعن اخیه سید محمد بن عبد الله بروم قدس سرہٗ) الٰهی بحرمت سید خواجه رحمت الله نائب رسول الله صلی الله علیه وسلم قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ مولاناشاه محمد رفیع الدین قندهاری الدکنی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبله قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت شاه محمد سعیدالدین قبله عرف من الله شاهؒ قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاه محمد تاج الدین قبله قدس سرہٗ.

شجرہ ہائے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ
بہ سلسلہ حضرت سیدنا اشرف مکی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر المولی من کل اولیٰ

الٰهی بحرمت سیدالمرسلین خاتم النبیین رحمة للعالمین سیدنا ومولانا محمد رسول الله صلی الله علیه و آله صحبه وسلم. الٰهی بحرمت امیرالمؤمنین سیدنا ابی بکر صدیق رضی الله تعالیٰ عنهٗ. الٰهی بحرمت حضرت سلمان فارسی رضی الله عنه. الٰهی بحرمت شیخ قاسم بن محمدرضی الله عنهٗ الٰهی بحرمت شیخ المشائخ حضرت امام جعفر الصادق رضی الله عنه. الٰهی بحرمت شیخ بایزید بسطامی. الٰهی بحرمت شیخ ابوالحسن خرقانی. الٰهی بحرمت شیخ ابوعلی فارمدی. الٰهی بحرمت شیخ خواجه یوسف همدانی. الٰهی بحرمت شیخ خواجه عبدالخالق غجدوانی. الٰهی بحرمت شیخ خواجه محمد عارف ریوگری. الٰهی بحرمت شیخ خواجه محمود بالخیرفغنوی. الٰهی بحرمت شیخ خواجه علی رامتینی. الٰهی بحرمت شیخ خواجه محمد بابا سماسی الٰهی بحرمت شیخ خواجه امیر کلال. الٰهی بحرمت شیخ خواجه قطب بهاء الدین نقشبند قدس سرهٗ العزیز. الٰهی بحرمت شیخ خواجه یعقوب چرخی. الٰهی بحرمت شیخ خواجه عبد الله احرار. الٰهی بحرمت شیخ خواجه محمد زاهد. الٰهی بحرمت شیخ خواجه درویش محمد الٰهی بحرمت شیخ خواجه محمدامکنکی. الٰهی بحرمت شیخ خواجه باقی الله. الٰهی بحرمت شیخ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرهندی. الٰهی بحرمت شیخ سیدآدم بنوری. الٰهی بحرمت شیخ شرف الدین مقبلی. الٰهی بحرمت شیخ شاه محمد. الٰهی بحرمت شیخ محمد طاهر. الٰهی بحرمت حضرت سیدا شرف مکی. الٰهی بحرمت حضرت سید خواجه رحمت الله نائب رسول الله صلی الله علیه وسلم قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت حضرت مولانا مولوی شاه محمد رفیع الدین قندهاری الدکنی قدس سرهٗ العزیز وتیز حضرت امام جعفر الصادق رضی الله تعالیٰ عنه گرفته اندایں طریقه

رازپدربزرگوارخود امام محمدباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وایشاں از پدربزرگوار خویش امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وایشاں ازپدربزرگوار خویش امام شہیدحسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وایشاں ازپدربزرگوار خویش امیرالمومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وایشاں از سیدالمرسلین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایشاں ازرب العالمین جل جلالہ وعم نوالہٗ.الٰھی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ.الٰھی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت و عزت حضرت شاہ محمد سعیدالدین قبلہ عرف من اللہ شاہؒ قدس سرہٗ. الٰھی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاہ محمد تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ.

شجرۂ عالیہ نقشبندیہ

بہ سلسلہ حضرت شیخ الکاملین شیخ احمد القشاشی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر المولی من کل اولیٰ

الٰھی بحرمت سیدالمرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا و مولانا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صحبہ وسلم. الٰھی بحرمت خلیفتہٗ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیرالمؤمنین سیدنا ابی بکرالصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ.الٰھی بحرمت شیخ سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ الٰھی بحرمت شیخ قاسم بن محمد بن ابی بکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم.الٰھی بحرمت شیخ امام جعفرالصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ الٰھی بحرمت شیخ ابی یزیدبسطامی قدس سرہ. الٰھی بحرمت شیخ ابی الحسن خرقانی قدس سرہٗ.الٰھی بحرمت شیخ ابی القاسم الگرگانی الطوسی قدس سرہٗ.الٰھی بحرمت شیخ ابی علی الفارمدی قدس سرہٗ.الٰھی بحرمت شیخ الخواجہ یوسف الھمدانی قدس سرہٗ.الٰھی بحرمت شیخ الخواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ.الٰھی بحرمت شیخ الخواجہ عارف الریوگری قدس سرہٗ.الٰھی بحرمت شیخ

الخواجه محمود بالخیرفغنوی قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ الخواجه علی الرامیتنی قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ الخواجه محمدؐ باباسماسی قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ السید امیر کلال قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ قطب العارفین الخواجه بهاء الحق والدین محمد بن محمد البخاری المعروف بالنقشبند قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ الخواجه عبید الله احرار قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ محمدؐ علاء الدین المعروف بقاضن الشطاری قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ هدایت الله سرمست قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ الحاج حضورقدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ قطب العالم السید محمد الغوث گوالیاری قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ سیدنا وجیهه الدین العلوی قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ سید صبغة الله قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ ابی المواهب احمد بن علی الشناوی قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ سیدعبد الله بالفقیه قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ سیدعبد الله بروم قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ سیدعلوی بروم قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ سیدنا خواجه رحمت الله نائب رسول الله صلی الله علیه وسلم قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ مولانا شاه محمدؐ رفیع الدین القندهاری قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبله قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت شاه محمد سعیدالدین قبله عرف من الله شاهؒ قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاه محمد تاج الدین قبله قدس سرہٗ.

شجرہ طریقہ عالیہ مشائخ الشطاریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر المولی من کل اولیٰ

الٰهی بحرمت سیدالمرسلین خاتم النبیین رحمة للعالمین سیدنا ومولانا محمدؐ رسول الله صلی الله علیه و آله صحبه وسلم. الٰهی بحرمت امیرالمؤمنین امام المرتضیٰ سیدنا علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه.الٰهی بحرمت شیخ ابی سعید الحسن بن

يسار العصری قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ عبد الواحد بن زید قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ فضیل بن عیاض قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ سلطان ابراهیم بن ادهم قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ حذیفة المرعشی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ ابی هبیرة البصری قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ ممشاد علوی الدینوری قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ ابی اسحاق الچشتی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ احمد الچشتی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ یوسف بن محمدؐ الچشتی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ قطب الدین مودود بن یوسف بن محمدؐ بن سمعان الچشتی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ حاجی شریف الزندنی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ عثمان الهارونی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ معین الدین الچشتی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ قطب الدین بختیار الدهلوی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ فرید الدین شکر گنج قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ نظام الدین الخالدی الدهلوی المعروف شیخ نظام اولیاء قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ اخی سراج الدین عثمان الاودهی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ عبدالطیف الاهوری قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ نورقطب العالم قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ حسام الدین الماتکپوری قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ مولانا معین الدین قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ مولانا محمدؐ بن غیاث قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ سیدنا الحاج حضورقدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ سیدنا السید محمد غوث گوالیاری. الٰهی بحرمت شیخ وجیهه الدین العلوی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ سید صبغة الله قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ احمدبن علی القریشی الشناوی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت سید عبدالله بافقیه قد س سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ سید عبدالله بروم قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ سید علوی بروم قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ سید خواجه رحمت الله نائب رسول الله صلی الله علیه وسلم قدس سرهٗ .الٰهی بحرمت شیخ مولانا شاه محمدؐ رفیع الدین القندهاری قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبله قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت شاه محمد سعیدالدین قبله عرف من الله شاهؒ قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاه محمد تاج الدین قبله قدس سرهٗ.

شجرہ طریقہ عالیہ مشائخ السہروردیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر المولیٰ من کل اولیٰ

الٰہی بحرمت سیدالمرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا ومولانا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ صحبہ وسلم. الٰہی بحرمت سیدنا امیر المؤمنین الامام علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ. الٰہی بحرمت شیخ حسن البصری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ حبیب العجمی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ دائود الطائی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ معروف الکرخی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ سری السقطی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ سیدالطائفہ ابی القاسم جنید البغدادی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ ممشاد الدینوری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ احمدالاسودالدینوری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ محمد المعروف بعمویہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ وجیہ الدین ابی حفص عمرقدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ ضیاء الدین ابی النجیب عبدالقاہر السہروردی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ احمدالدمشقی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ تقی الدین قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ سُلیمان دھکرپوش قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت ش خ الاجل حسین دھکرپوش سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ فخر الدین قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ مردان قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ عمر قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ رحمت اللہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ علاء الدین قاضن قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ ابی الفتح ہدایت اللہ سرمست قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ الحاج حضور قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ السید محمد غوث گوالیاری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ مولیٰ وجیہہ الدین قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ سید صبغۃ اللہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ احمد بن علی الشناوی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ سیدعبداللہ بالفقیہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ سید عبداللہ بروم قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ سید علوی بروم قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ سید خواجہ

رحمت اللہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قدس سرهٗ .الٰهی بحرمت شیخ مولانا شاہ محمدؐ رفیع الدین القندهاری قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرهٗ.الٰهی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبله قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت شاہ محمد سعیدالدین قبله عرف من اللہ شاہ قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاہ محمد تاج الدین قبله قدس سرهٗ.

شجرہ سلسلۂ عالیہ مشائخ الشطاریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر المؤمن من کل اولی

الٰهی بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین رحمة للعالمین سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وصحبه و سلم، الٰهی بحرمت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنه، الٰهی بحرمت سید امام حسین شهید علیه السلام، الٰهی بحرمت سیدنا امام زین العابدین علیه السلام، الٰهی بحرمت سیدنا امام محمد باقر علیه السلام، الٰهی بحرمت سیدنا امام جعفر الصادق علیه السلام، الٰهی بحرمت سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرهٗ ، الٰهی بحرمت شیخ محمد المغربی قدس سرهٗ،شیخ الاعرابی یزیدالتقی قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت شیخ ابی مظفر مولاترک الطوسی قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت شیخ ابی الحسن الخرقانی قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت الشیخ خداقلی ماوراالنهری قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت سیدی محمد عاشق قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت سیدمحمد عارف قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت شیخ عبد اللہ شطاری قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ قاضن شطاری قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ هدایت اللہ سرمست قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت شیخ حاجی حضور قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت سید محمد غوث بن سید خطیر الدین گوالیاری قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ وجیه الدین العلوی قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت سلطان العارفین سید صبغة اللہ قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ احمد بن علی القریشی قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت سید عبد اللہ بالفقیه قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت

شیخ سید عبد اللہ بروم قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت سید علوی بروم قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت سید خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ مولانا شاہ محمد رفیع الدین القندھاری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت شاہ محمد سعیدالدین قبلہ عرف من اللہ شاہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاہ محمد تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ.

شجرہ سلسلۂ عالیہ فردوسیۃ الکبردیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر المؤمن من کل اولی

الٰہی بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم، الٰہی بحرمت سیدنا امیر المؤمنین امام المرتضیٰ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ، الٰہی بحرمت سیدنا امام الحسین الشہید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، الٰہی بحرمت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، الٰہی بحرمت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، الٰہی بحرمت سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، الٰہی بحرمت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، الٰہی بحرمت سیدنا امام علی موسیٰ رضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، الٰہی بحرمت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، الٰہی بحرمت شیخ سرّی السقطی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ سید الطایفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ ممشاد علو الدینوری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ احمد الاسود الدینوری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ نجیب الدین محمد بن عبد اللہ قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ وجیہ الدین ابی حفص عمر قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ ضیاء الدین ابی نجیب قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ ابی یاسر عمار بن یاسر الدیسیؒ قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ الامام احمد بن عمر بن محمد بن عبداللہ الخوارزمی الشہیر بنجم الدین الکبریٰ

قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ شمس الدین الباخزری قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ بدر الدین سمرقندی قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ نجیب الدین فردوسی قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ امام رکن الدین الفردوسی قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ شرف الدین احمد بن یحیٰ المنیری قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ مظفر شمس البلخی قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ حسین بن معز شمس النخشبی قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ حسن بن حسین بن معز شمس البلخی قدس سرہٗ،الٰهی بحرمت شیخ بهرام البهاری قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ ایوب البیکاهی قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ محمد علاء الدین قاضن قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ هدایت اللہ سرمست قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ حاجی حضور قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ محمد غوث گوالیاری قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ وجیه الدین العلوی قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ صبغة اللہ ابن روح اللہ قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ عبد اللہ احمد بن علی الشناوی قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ سید عبداللہ بالفقیه قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ سید عبداللہ بروم قدس سرہٗ، الٰهی بحرمت شیخ سید علوی بروم قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ سید خواجه رحمت اللہ نائب رسول اللہ (صلی اللہ علیه و سلم)قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت شیخ مولانا شاہ محمد رفیع الدین القندهاری قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ.الٰهی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبله قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت شاہ محمد سعیدالدین قبله عرف من اللہ شاہؒ قدس سرہٗ. الٰهی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاہ محمد تاج الدین قبله قدس سرہٗ.

شجرہ سلسلۂ عالیہ مشائخ الہمدانیہؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر المؤمن من کل اولی

الٰهی بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین رحمة للعالمین سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وصحبه و سلم، الٰهی بحرمت امیر المؤمنین سیدناامام المرتضیٰ

علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، الٰہی بحرمت شیخ حسن البصری قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ داؤد الطائی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ معروف الکرخی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ سرّی السقطی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ ابی القاسم جنیدالبغدادی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ ممشاد علو الدینوری قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ احمد الاسود الدینوری قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ محمد عمودیہ قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ وجیہ الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ ابی النجیب ضیاء الدین عبدالقاہر السہروردی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ شہاب الدین ابی حفص عمر البکری السہروردی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ نجیب الدین علی بن بزغش الشیرازی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ عبدالصمدالنطنزی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ نجم الدین الاصفہانی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ جمال الدین بن یوسف بن عبد اللہ الکورانی العجمی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ عبدالرحمن القریشی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ زین الدین الخواجی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ الشیوخ السید علی الہمدانی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ عبداللہ الشطاری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ قاضن الہمداتی قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ ہدایت اللہ سرمست قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ حاجی حضور قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ سید محمد غوث گوالیاری قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ وجیہ الدین علوی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت سید محمد صبغۃ اللہ قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ احمد بن علی الشناوی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ سید عبد اللہ بالفقیہ قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ سید عبد اللہ بروم قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ سید علوی بروم قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ سید خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ مولانا شاہ محمد رفیع الدین قندھاری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ.الٰہی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت شاہ محمد سعیدالدین قبلہ عرف من اللہ شاہؒ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاہ محمد تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ.

شجرہ سلسلۂ عالیہ مشائخ الخلوتیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر المولی من کل اولی

الٰهی بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین رحمة للعالمین سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ و سلم، الٰهی بحرمت امیر المؤمنین سیدنا امام المرتضیٰ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ، الٰهی بحرمت شیخ حسن البصری قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ حبیب العجمی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت داؤد الطائی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت معروف الکرخی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ سری السقطی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ ابی علی الرودباری قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ ابی علی الکاتب قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ ابی عثمان المغربی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ ابی القاسم علی الکرکانی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ ابی بکر اتساج قدس سرہُ، الٰهی بحرمت امام احمد الغزالی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ ضیاء الدین النجیب عبدالقاهر سهروردی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ عمار بن یاسر الاندلسی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ نجم الدین الکبریٰ الخوارزمی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ محمد الخلوتی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت سید نظام الدین الحسینی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ ابراهیم العشاق ابادی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ مظفر الکرکانی قدس سرہُ، الٰهی بحردمت شیخ عبداللہ الشطاری قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ محمد علاء الدین قاضن الخلوتی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ هدایت اللہ سرمست قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ حاجی حضور قدس سرہُ، الٰهی بحرمت سید محمد غوث گوالیاری قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ وجیہ الدین العلوی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت سید صبغة اللہ قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ احمد بن علی الشناوی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرہُ، الٰهی بحرمت سید عبداللہ بالفقیہ قدس سرہُ، الٰهی بحرمت سید عبداللہ بروم

دس سرهٗ،الٰهی بحرمت سید علوی بروم قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت سید خواجه
حمت اللهنائب رسول الله صلی الله علیه و سلم قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ مولانا
ناه محمد رفیع الدین القندهاری قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین
دس سرهٗ.الٰهی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبله قدس سرهٗ. الٰهی
حرمت و عزت حضرت شاه محمد سعیدالدین قبله عرف من الله شاهٗ قدس سرهٗ.
لٰهی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاه محمد تاج الدین قبله قدس سرهٗ.

شجره سلسلۂ عالیہ السّادات الطیفوریه

بشاه مداریه اعنی الصّدیقیه

بسم الله الرحمٰن الرحیم

ذکر المولی من کل اولی

الٰهی بحرمت سید المرسلین رحمة للعالمین خاتم النبیین سیدنا مولانا محمد رسول الله صلی الله علیه و آله وصحبه و سلم، الٰهی بحرمت خلیفة رسول الله سیدنا ابی بکر الصدیق رضی الله عنهٗ، الٰهی بحرمت شیخ الاجل عبدالله حامل رائیة النبی صلی الله علیه و سلم قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ یمین الدین الشامی قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ طیفور شامی قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ بدیع الدین شاه مدار قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ حسام الدین شاه مداری قدس سرهٗ.الٰهی بحرمت شیخ علاء الدین قاضن شاه مداری قدس سرهٗ. الٰهی بحرمت شیخ هدایت الله سرمست قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت شیخ حاجی حضور قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت شیخ سید محمد غوث گوالیاری قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت شیخ وجیه الدین علوی قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت شیخ السید صبغة الله حسینی قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ احمد الشناوی قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرهٗ، الٰهی شیخ عبدالله بالفقیه قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت سید عبدالله بروم قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت سید علوی بروم قدس سرهٗ، الٰهی بحرمت سید خواجه رحمت الله نائب رسول الله صلی الله علیه و سلم قدس سرهٗ،الٰهی بحرمت شیخ مولانا شاه محمد رفیع الدین القندهاری قدس

سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت شاہ محمد سعیدالدین قبلہ عرف من اللہ شاہؒ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاہ محمد تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ.

شجرہ سلسلۂ عالیہ المشائخ الاویسیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر المولی من کل اولی

الٰہی بحرمت سید المرسلین رحمۃللعالمین خاتم النبیین سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ و سلم، الٰہی بحرمت شیخ اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، الٰہی بحرمت شیخ ابی عمران بن زیدان قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ ہرم بن حیان قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ عبداللہ مصری قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ علی شیرازی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ حاجی حضور قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ سید محمد غوث گوالیاری قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ وجیہ الدین العلوی قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ السید صبغة اللہ قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت شیخ احمد الشناوی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ احمد القشاشی قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ سید عبد اللہ بالفقیہ قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ سید عبد اللہ بروم قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت سید علوی بروم قدس سرہٗ، الٰہی بحرمت سید خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قدس سرہٗ،الٰہی بحرمت شیخ مولانا شاہ محمد رفیع الدین القندھاری قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت شیخ مولانا زین العابدین قدس سرہٗ.الٰہی بحرمت و عزت حضرت مولانا تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت شاہ محمد سعیدالدین قبلہ عرف من اللہ شاہؒ قدس سرہٗ. الٰہی بحرمت و عزت حضرت تاج القراء شاہ محمد تاج الدین قبلہ قدس سرہٗ.

قطعہ

میری مجبوری کو رشتہ اُنکی مختاری سے ہے　　ابتدا ہی سے تعلق رحمت باری سے ہے
ناز جتنا بھی کروں اے تاج زیبا ہے مجھے　　مجھ کو وہ نسبت رفیع الدین قندھاریؒ سے ہے

منقبت

برموقع عطائے خرقہ خلافت: ماہ رجب المرجب ۱۳۷۲ھ مارچ ۱۹۵۳ء شاہ محمد شجاع الدین ناطق فاروقی القادری نقشبندی چشتی ورفاعی

اے بندۂ محتاج نظر مولانا شاہ رفیع الدینؒ　　کن سجدۂ شوق بہ سنگِ در مولانا شاہ رفیع الدینؒ
آں چشم دل دارین شدہ ہم بے خبر کونین شدہ　　یابد خبرے گر از خبرے مولانا شاہ رفیع الدینؒ
ہر شب کہ فدائے گیسویش ہر روز کہ قربان رویش　　او شام بود ایں ہم سحر مولانا شاہ رفیع الدینؒ
ہر چشم طلب را جلوہ دہد ہر قلب سیہ را صاف کند　　اللہ اللہ فیض نظر مولانا شاہ رفیع الدینؒ

واللہ چہ نعمت یافتہ ام بر سنگ درش سر داشتہ ام
ناطقؔ دارم نسبت ز دو رِ مولانا شاہ رفیع الدینؒ

منقبت

یاب میخانۂ رفیع الدینؒ　　نوش پیمانۂ رفیع الدینؒ
خبر از رازِ معرفت دارد　　شد چو دیوانۂ رفیع الدینؒ
گشت پیر مُغاںِ بادۂ ذوق　　بہ رندِ میخانۂ رفیع الدینؒ
از برائے شعور و آگاہی　　رو بہ کاشانۂ رفیع الدینؒ
از خدا کئے یگا نہ می گردد　　ہر کہ بیگانۂ رفیع الدینؒ
ہمہ پروانہ ہا بہ شمع فدا　　شمع پروانۂ رفیع الدینؒ
جذبہ ہائے عقیدت آوردم　　بہر نذرانۂ رفیع الدینؒ
حاصلِ مدعائے عرفانست　　بزم رندانۂ رفیع الدینؒ
تاج بخشد فقیر را ناطقؔ　　دستِ شاہانۂ رفیع الدینؒ

قطعہ

برموقع عطائے خرقہ خلافت: ماہ رجب المرجب ۱۳۷۲ھ مارچ ۱۹۵۳ء شاہ محمد قیام الدین محسنؔ فاروقی القادری نقشبندی چشتی ورنگلی

شکر ہے رسم خلافت آج ہے محسنؔ اپنے واسطے معراج ہے
فیض ہے سارا رفیع الدین کا تاج کے ہاتھوں سے سر پر تاج ہے

منقبت

جانتے ہیں اہل دل عظمت رفیع الدین کی — کس کو کیا معلوم ہے رفعت رفیع الدین کی
خانوادے ہیں دکن کے سب یہاں سے فیضیاب — لٹ رہی ہے ہر جگہ دولت رفیع الدین کی
جس مصیبت میں کوئی امداد کرسکتا نہیں — کام آتی ہے وہاں نسبت رفیع الدین کی
ہیں رسول اللہ کے نائب یہ مسند نشیں — شان یہ ہے اور یہ شوکت رفیع الدین کی
محسن اپنے جد بھی ہیں اور سلسلہ کے پیر بھی — ہے یہاں دو آتشہ نسبت رفیع الدین کی

منقبت

میرے سرکار ہیں رفیع الدین — میرے مختار ہیں رفیع الدین
ہیں بہت سارے سلسلے ان سے — سب کے سالار ہیں رفیع الدین
غوث اعظم بھی ہیں حمایت پر — جب مددگار ہیں رفیع الدین
دل میں کچھ ہے عرض کرنا ہے — آگے مختار ہیں رفیع الدین
ہر جگہ اپنے خادموں کے لئے — برسرکار ہیں رفیع الدین
وار کی اس کے سر کو کیا پرواہ — جس کے سردار ہیں رفیع الدین

ناز مجھ کو اسی پہ ہے محسنؔ
ناز بردار ہیں رفیع الدینؒ

خاتمہ

بعض فوائد جو سلوک کا خلاصہ اور ثمرہ ہیں

مخفی نہ رہے کہ تمام سلوک کا ثمرہ حصول مقامات عشرہ ہے جس کا اول توبہ اور آخر رضا و تسلیم ہے۔

۱۔ **گناھوں سے توبه :** اسکے شرع شریف میں تین رکن ہیں۔ ماضی پر ندامت، ترک فی الحال، اور مستقبل میں عدم ارتکاب کا عزم کیونکہ جو کچھ حجاب ہے وہ گناہ ہے لہٰذا توبہ بند دروازہ کو کھٹکھٹانا ہے۔ معلوم ہوا کہ بغیر توبہ سلوک کا آغاز نہیں چہ جائکہ دعوی کمال کریں۔

۲۔ **زهد :** رغبات ولذات وشہوات نفسانی سے نکلنا۔ لہذا زہد کا کمال ترک مرادات ہیں جو مراد سے متصل ہے۔

۳۔ **توکل :** اسباب پر نظر کرنے سے نکلنا اور اللہ پر بھروسہ کرنا۔

۴۔ **قناعت :** فضول کو چھوڑنا اور بقدر حاجت پر اکتفا کرنا۔ ماکول مشروب اور ملبوس میں اسراف سے بچنا۔ اسکا کمال حق کی طرف اکتفا ہے اور صرف اسی کی محبت میں سکون پانا۔

۵۔ **عزلت :** خلق کی مخالطت سے بچنا۔ اسکا کمال رویت خلق سے بچنا ہے۔

۶۔ **صبر :** لذت کو چھوڑنا، مالوفات ومحبوبات سے پرہیز کرنا۔

۷۔ ماسوا کے ذکر سے بچنا اور ماسوا کو بھولنا۔ اسکا کمال خود کے ذکر کو فراموش کرنا ہے۔ وَظُهُوْرُ سِرِّ الذِّكْرِ وَهُوَ الْمَذْكُوْرُ (ذکر کا راز مذکور سے ظاہر ہوتا ہے)

۸۔ تمام دواعی سے نکلنا اور کاملاً حق کی طرف متوجہ ہونا۔

یا رب زتو آنچہ من گدا میخواہم　　افزوں زہزار بادشاہ میخواہم

ہر کس زدرتو حاجتے می خواند　　من آمدہ ام زتو ترا میخواہم

اے پروردگار یہ فقیر جو کچھ تجھ سے طلب کرتا ہے وہ ہزار بادشاہوں کی طلب سے بڑھکر ہے ہر کوئی تیرے در سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ تجھ سے، تجھی کو طلب کروں۔

۹۔ **مراقبہ :** اپنے فعل اور اپنی طاقت پر نظر کرنے سے باز آنا اور اپنے اوصاف واحوال میں بے غرض ہونا، اس حال میں کہ عطائے الٰہی پر نظر ہو اور اسکے بحر محبت وعشق میں غرق ہونا۔

۱۰۔ **رضائے الٰہی :** نفس کی رضا سے نکل کر رضائے الٰہی اختیار کرنا۔ احکام الٰہی کو تسلیم کر کے تدبیرات ابدی کے حوالہ کرنا (**بتسلیم الاحکام الالھیہ و التفویض للتدبیرات الابدیہ**) یہ آخری مقام ہے کہ اسکے اوپر کوئی مقام نہیں۔ اور ایمان کا کمال صفات اور شاخوں کے ساتھ یہیں متحقق ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ **الایمان بضع و سبعون شعبة و الحیاءُ شعبة من الایمان .**

مومنوں اور مسلمانوں کے تمام طبقات اولیا بلحاظ اصل ایمان مشترک ہیں لیکن ایمانی صفات اور شاخوں اور مقامات عشرہ میں علی قدر مراتب کسی ایک سے حصہ پاتے ہیں۔ یہ مراتب اکثر مشائخ قدس اللہ اسرارھم کے کلام میں مذکور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے، جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا،

ان للہ فی الارض ثلثمائہ قلوبھم علی قلب آدمؑ ولہ اربعون قلوبھم علی قلب موسیٰؑ ولہ سبعة قلوبھم علی قلب ابراھیم ولہ خمسة قلوبھم علی قلب جبریل ولہ ثلثة قلوبھم علی قلب میکائل ولہ واحد قلبہ علی قلب اسرافیل اللھم انفعنا بھم اجمعین برحتمک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمدو الہ وصبحہ اجمعین . آمین ، آمین ، آمین.

سلوک قادریہ

(۱) دوضربی

لا الہ دل سے کھینچے اور سیدھے ہاتھ کے مونڈھے تک پہنچائے اور الا اللہ کی ضرب دل مجازی پر لگائے۔

(۲) سہ ضربی

لفظ لا ناف سے دماغ تک بملاحظہ نفی ماسوی اللہ کھینچے اور الہ پستان راست کے نیچے لائے اور الا اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور اثبات حق کرے۔

(۳) چہار ضربی

چارزانو بیٹھ کر بائیں پانوں کی رگ کیماس کو انگوٹھے اور انگلی سے پکڑیں اور سیدھے پانو کو ران سے ملا دیں۔ زمین پر تھوڑی رکھ کر لا الہ زمین سے اخفی تک پہنچائیں اور الہ کو تھوڑی کے اشارہ سے سیدھے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کھینچ کر سیدھے مونڈھے پر ختم کریں اور الا اللہ کی ضرب دل پر لگائیں۔

(۴) ذکر حدادی

چارزانو بیٹھ کر حبس دم کریں لا الہ سانس سے باہر کھینچیں اور الا اللہ کی ضرب نتھنوں سے دل پر لگائیں۔

(۵) ذکر جاروب

یعنی ذکر حدادی کو سر کی جنبش سے کرے الہ کو سیدھے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کھینچ کر ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے اوپر سے بائیں مونڈھے تک اور وہاں سے سیدھے ہاتھ کے مونڈھے تک پہنچائیں اور الا اللہ کی ضرب پر لگائیں۔

(۶) ذکر عینی

پلکوں کو بند کرتے وقت لا الہ اور اٹھاتے وقت الا اللہ کا تصور کریں۔

اصول

(۱) **پاس انفاس** : سانس لیتے وقت لا الہ کو دل سے بذریعہ خیال نکال کر انھی تک پہنچائے اور الا اللہ اس جگہ سانس سے دل تک پہنچائے۔ غرض کہ تمام سانسیں جو چوبیس ہزار ہیں غفلت میں نہ گزریں۔

(۲) **برزخ اعلیٰ** : مرید تصور کرے کہ میرا باطن باطن شیخ ہے اور اس کا ظاہر ظاہر شیخ ہے اور ظاہر شیخ، ظاہر محمد مصطفیٰ ﷺ ہے، جو حقیقت انسانی ہے اور باطن شیخ، باطن آنحضرت ہے اور آنحضرت کا باطن وحدت ہے۔

(۳) **برزخ اوسط** : مراقبہ کے وقت مرید تصور کرے کہ اس کا پیر اونچی جگہ پر عمدہ حالت میں بیٹھا مرید کی طرف متوجہ ہے۔

(۴) **برزخ ادنی** : مرید اپنے تمام فعل کو تصور کرے کہ یہ شیخ کے افعال ہیں۔

(۵) **شغل همیان** : جس طرح کہ ہمیانی رکھنے والے کی توجہ بے اختیار تھیلی کی طرف ہوتی ہے اسی طرح کی مستقل توجہ حق کی طرف رکھے۔

(۶) **تصور اسم ذات بر دل** : دل مجازی کی شکل کاغذ پر بنائے اور اسم ذات کو سونے یا کسی دوسری دھات سے لکھ کر بیٹھے ہوئے ہاتھ میں لیکر اس نقش کے تصور کو دل میں جمائے۔

(۷) فنا در اسم ذات : تصور اسم ذات علی الوجود اپنے آپ میں لفظ اللہ کا تصور کرے اور تمام بدن کو اسم ذات سے مصور مشاہدہ کرے۔

تصور اسم ذات علی الآفاق : جمادات نباتات وحیوانات واشکال وحروف کو مشاہدہ اسم ذات بنائے۔

شغل جزلا یتجزیٰ : جسم خود جو مجموعہ اربعہ عناصر ہے۔ خیال سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جزءلا یتجزیٰ تک پہنچائے اور جوہر روح سے تصور ذات بے کیف الٰہی میں مشغول ہو۔

(۸) فنائے عناصر اربعہ : عناصر اربعہ مظہر اسمائے الٰہی ہیں جیسا کہ پانی اسم ”محی“ کا آتش مظہر ”ممیت“ کا اور ہوا مظہر ”باسط“ کا اور مٹی مظہر ”قابض“ کا ان چاروں مظاہر سے نظر اٹھا کر اثبات مظہر کرے اور تمام اشیاء کو اسمائے الٰہی میں محو وفانی سمجھ کر اسم سے مسمی کو منتقل ہو اور مسمی میں محو ومستغرق ہو۔

مراقبات

(۱) مراقبہ اَللّٰہُ شَاهِدِیْ ، اَللّٰہُ نَاظِرِیْ، اَللّٰہُ مَعِیَ اَیْنَمَا کُنْتُ کی اتنی مشق کرے کہ مشاہدہ محسوس ہوجائے۔

(۲) مراقبہ زجروتوبیخ نفس : یعنی دل کی زبان سے خود کو خطاب کر کے کہے کہ تو اس گروہ میں کہاں ہے جن کا قصد ایک جا ہے، یعنی ذات خداوندی۔

(۳) مراقبہ فناء الطاعۃ والمعصیۃ : یعنی تمام وجوہ سے اپنی ہستی کی فنا میں کوشش کرے اور کسی چیز میں بھی خود کو مستقل نہ سمجھے اور تمام افعال کیا خیر اور کیا شر سب کو خدا سے سمجھے۔

(۴) مراقبہ فنائے افعال : تمام اشیاء میں حرکت وسکون حق سے سمجھے اور اسکے غیر سے ان کی نسبت نہ کرے۔

(۵) مراقبہ فنائے وجود : خود کو اور اپنے سے غیر کو فانی اور نابود کل سمجھ کر وجود حقیقی کا اثبات کرے۔

(۶) مراقبہ تسلیم : خود کو ایسا ختہ خرما تصور کرے جو ایک ہموار مقام پر پڑا ہوا ہے۔ اس پر بارش کی ٹھنڈک اور آفتاب کی حرارت سے کوئی روک نہیں۔

ذکر سلطان

دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں سے دونوں کانوں کو اور دونوں کلمے کی انگلیوں سے دونوں آنکھوں کو اور بیچ کی انگلیوں سے ناک کے دونوں نتھنوں کو اور دونوں چھوٹی انگلیوں سے اپنے منہ کو بند کر کے اکڑوں بیٹھیں اور اسم اللہ کو سر سے پیر تک ملاحظہ کرتے ہوئے پورے بدن پر ضرب لگائیں۔

صور متخیلہ : کسی شخص کی صورت اپنی قوت متخیلہ میں تصور کرے۔ حالت نطفہ، علقہ اور مضغہ پیدا کر کے مرتبہ کمال کو پہنچائے۔ اپنی توجہ کو تمام اجزا میں مصروف کر کے یقین سے جانے کہ جو کچھ میرے ذہن نے تراشا ہے یہ خود کا احاطہ بے کیف ہے۔ اسی طرح حق سبحانہ تمام عالم کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

شغل بصیر : اس اسم مبارک کو مطلا بنا کر تصور کرے۔

شغل نصیرا و محمودا : حبس دم کر کے ناک کی بانس یا ابرو پر نظر قائم کرے اور دل سے مشغول ہو۔ پہلے کو نصیرا ور دوسرے کو محمودا کہتے ہیں۔

شغل آفتاب : طلوع آفتاب کے اول وقت آفتاب کے قرص پر نظر جمائے۔ خطوط شعاعی (کرنوں) کثرت اعتباری ذات مطلق سمجھے۔

فنائے ثلاثہ

(۱) فنائے افعال : اپنے افعال اور اپنے سے غیر کے افعال کو مظہر افعال حق سمجھے۔

(۲) فنائے صفات : اپنی سات صفتوں کو مظہر صفات حق سمجھے۔

(۳) فنائے ذات : اپنی ذات کو اور تمام ذاتوں کو مظہر ذات حق سمجھے۔

تجدد امثال

یقین کے ساتھ جانے کہ سارا عالم ہر آن عدم میں جاتا ہے اور اسی کی مثل بعینہ وجود میں آتا ہے جیسے کہ فوا[ره] اور نہر کا پانی۔

وحدت وجود

یعنی ہستی ایک ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان عینیت حقیقی اور غیریت اعتباری ہے۔

الکل فی الکل

ہر چیز تمام چیزوں میں ہے۔ ظہور ذات جمیع صفات کے ساتھ ہر چیز میں ہے۔ اور ہر چیز اسکی ذات صفات میں موجود ہے۔

ولایات

ولایت عامہ : جس کسی نے کلمہ پڑھا اس ولایت میں داخل ہوا۔ اس گروہ کا شغل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

ولایت خاصہ : یعنی اندر اور باہر صرف حق کو جاننا۔ ان کا شغل ہمہ اوست ہے۔

ولایت اخص : یعنی حق کو وراء الوراء ثم وراء الوریٰ جانے کہ کسی چیز میں قرار نہ پکڑے۔

ولایت اخص الخواص : ذہن کو حق اور غیر حق کے خیال سے خالی کرے ان کا شغل وراء الوراء ثم وراء الوریٰ ہے

ختم شد